اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

فسانۂ آدمؑ

من تصانیف

حضرت مولانا مولوی محمد اسحاق مرحوم و مغفور مدیر الوعظ

مصنف و مؤلف

داستانِ یوسفؑ۔ معراجِ رسولؐ۔ ملتِ ابراہیمؑ۔ جلوۂ طور۔ فسانۂ آدمؑ

بستانِ اولیاء۔ تاجِ سلیمانی۔ روزِ محشر۔ طوفانِ نوحؑ۔ صبرِ ایوبؑ۔ اصحابِ کہف۔

موت کا منظر۔ قصۂ یونسؑ۔ ماہِ صیام۔ قصۂ جرجیس وغیرہ

آج پیدائشِ عالم کا بیاں کرتا ہے + اور اک خاک کے پتلے کو عیاں کرتا ہے

پیشکش

مولانا مولوی پروفیسر محمد زبیر قریشی

ملنے کا پتہ:۔ مولوی حافظ محمد عرفان مہتمم دفتر الوعظ بازار مٹیا محل جامع مسجد دہلی

(ضروری التماس) جناب والد صاحب قبلہ مرحوم کی کتابوں پر برادرم حافظ محمد عرفان سلمہٗ مہتمم کے دستخط اور دفتر الوعظ کی مہر دیکھکر کتابیں خریدیں جن کتب پر آپکے دستخط اور دفتر الوعظ کی مہر نہ ہوگی وہ مسروقہ سمجھی جائے گی۔ (زبیر قریشی)

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

(عہ)

فہرستِ مضامین کتابِ ہذا فسانۂ آدمؑ

۷۸۶

فسانۂ آدم علیہ السلام

نظم

آج محفل کا سماں مجکو بدلنا ہے ضرور
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ مجھے ملنا ہے ضرور

اشک آنکھوں سی مجھے آج رواں کرنے ہیں
دجلے ہیں آج مجھے کون و مکاں کرنے ہیں

سنگدل سخت جگر آج نہ روئیں تو سہی
میں بھی دیکھوں کہ حواس اپنے نہ کھوئیں تو سہی

آج پیدائش عالم کا بیاں کرنا ہے
اور ایک خاک کے پتلے کو عیاں کرنا ہے

قدرت خالق یکتا کا سماں کھنچتا ہے
بلکہ یوں کہیئے کہ دنیا کا سماں کھنچتا ہے

عرش سی فرش تلک ساری کہانی ہوگی
آپ بیتی نہیں جگ بیتی سنانی ہوگی

آسماں ہے نہ زمیں ہے نہ کہیں جن و بشر
رات دن کیسے کہ پیدا ہی نہیں شمس و قمر

شیخ سید ہیں کہیں اور نہ مغل خاں ہیں کہیں
جن وہ اکیلئے ڈھونڈے کہ نہ انساں ہیں کہیں

ہو کا عالم ہے نہ دنیا ہے نہ عقبے کا نشاں
نہ کہیں چودہ طبق ہیں نہ کہیں کون و مکاں

مادہ ہے نہ کہیں روح نہ عیسے نہ عزیر
کوئی اپنا نہ پرایا نہ یگانہ ہے نہ غیر

کوئی موجود یہاں ہے نہ وہاں عالم میں
ہے فقط ذات احد جلوہ کناں عالم میں

ملنے کا پتہ:۔ حافظ محمد عرفان مہتمم دفتر الوعظ گلی مولوی محمد اسحاق ۔ جامع مسجد دہلی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ؕ

یعنے

ایک وہی قادرِ ذوالجلال والاکرام ہے جو ظاہر و باطن ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔

چنانچہ سب سے پہلے اُس وحدہٗ لاشریک نے اپنی قدرتِ کاملہ کو آشکارا کرنے کے لئے چودہ طبق کو پیدا کیا اور پھر گوناگوں مخلوقات سے دو جہاں کو زینت دیتے ہوئے سب کے بعد بنی نوعِ انسان کو مٹی سے ہویدا کر کے اپنی خلّت و خلافت کے لقب سے یاد فرمایا۔ پس آپ اِس کتاب میں صرف اپنی ہسٹری نہیں بلکہ چودہ طبق کی ابتدائی تاریخ معلوم کیجئے!

نورِ نبی کا ظہور

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔
دوسری حدیث میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر سب سے پہلے جو شے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میری روح تھی۔

مومنو! دیکھو نبیؐ کا مرتبا
اس پیاری ذات پر پڑھئے درود!

سب سے پہلے حق نے بس پیدا کیا
جس نے عالم میں کیا پہلے دُرود

تیسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر سب سے پہلے جو شے

اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم تھا جس سے ہر ایک کی تقدیر مولائے کریم نے اپنی قدرتِ کاملہ سے خود تحریر فرمائی۔ چوتھی حدیث اَوّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ اَلعَقلَ نبی اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر سب سے پہلے جو شے اللہ پاک نے پیدا کی وہ عقل ہے آہ جس عقل سے ہم نے خدا کے پہچاننے کا کام نہ لیا۔ اور لیا تو محض دُنیائے فانی کی ترقی اور تن پروری کا لیا ؎

کاش اِس عقل سے کچھ کام خدا کا کرتے جوہرِ عقل کو اِس کام میں گر ہم لاتے		جیتے اُس کیلئے مرتے تو اُسی پر مرتے نہ نبی بنتے تو لاریب ولی بن جاتے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے ایک جوہر لطیف پیدا کیا اور پھر ایک ہیبت وجلال کی نظر سے اُس جوہر کی طرف دیکھا جو ہیبتِ حق سے پانی پانی ہوا جس سے کہ تمام عالم پانی سے لبریز ہو گیا۔ اُس پانی کو اللہ تعالےٰ پھر ہیبت کی نظر سے دیکھا تو معًا اُس پانی میں سے شرقی۔ غربی جنوبی اور شمالی چار ہوائیں پیدا ہوئیں۔ پھر اُن چاروں ہواؤں کو اُس پانی پر شدّت کے ساتھ چلنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ جب وہ چاروں ہوائیں نہایت شدّت سے چلنی شروع ہوئیں تو اُس پانی میں تلاطم اور انتہائی جوش پیدا ہوا۔ اور اُس میں سے بیحد دھُواں اُٹھنا شروع ہو گیا اور پھر وہ دھُواں پانی پر سے اُٹھ اُٹھ کر مُعلّق ہوا پر قائم ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب تمام عالم دھوئیں سے لبریز ہو گیا تو حضور ربُ العزت نے اپنے جلال کی نظر سے اُس دھُوئیں کو ملاحظہ فرمایا جو اُسی وقت منجمد ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اور سات حِصّوں پر منقسم ہو گیا۔ پہلے حِصّہ کا شفاف جما ہوا پانی۔ اور دوسرے حِصّہ کا تانبا۔ اور تیسرے حِصّہ کا لوہا بنا۔ اور چوتھے حصہ کی چاندی۔ پانچویں حِصّہ کا سونا بنا اور چھٹے حِصّہ کا یاقوت اور ساتویں حِصّہ کا پورے ایک آسمان کی برابر موتی بن کر تیار ہو گیا۔ پھر مولائے ذوالجلال والاکرام نے اُن ساتوں حِصّوں کو

ہیبت کی نظر سے دیکھا تو اُسی وقت حصۂ اوّل یعنے شفاف جمے ہوئے پانی کا پہلا آسمان بنکر تیار ہو گیا اور دوسرے حصے یعنے تانبے کا دوسرا آسمان بنا اور تیسرے حصے یعنے لوہے کا تیسرا آسمان بنا اور چاندی کا چوتھا آسمان اور سونے کا پانچواں آسمان اور یاقوت کا چھٹا آسمان اور سفید موتی کا ساتواں آسمان غرضیکہ ایک آن کی آن میں ساتوں آسمان بنکر تیار ہو گئے۔ جن کی نسبت رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک آسمان پانسو برس کی راہ کا عریض اور جسیم بنکر قائم ہوا اور تہ بتہ ساتوں آسمان اس طرح قائم ہوئے کہ ہر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کے راستے کا خلا واقع ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نورِ عرش سے سورج اور چاند اور ستارے پیدا فرمائے سورج چاند اور ستاروں سے اس دنیا کو مزین کیا اور ان کی گردشوں سے رات دن آشکارا کر دیئے تاکہ مخلوق اُس کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھے اور اتنے اتنے بڑے سورج اور چاند کی روشنی میں اُس پیدا کرنے والے کو نہ بھول جائے۔ اللہ اللہ!

نظم

اللہ اللہ! شانِ خلّاقی تری
آسمان کیا تو نے قائم کر دیئے
اتنے وزنی اتنے بوجھل آسماں
پھر ستاروں سے مُزیّن واہ واہ
تیری قدرت کے کرشمے دیکھ کر

کون کر سکتا ہے تیری ہمسری
سات طبقے اِک جہاں کے بھر دیئے
یوں مُعلّق اور ادھر اِے تیری شاں
واہ خلّاقی تری ربُّ العُلا
عقلِ انسانی ہے بس زیر و زبر

روحوں کی پیدائش

تفسیرِ کشّاف و بحر العلوم وغیرہ میں مرقوم ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا ہونے

سے پہلے خداوندِ عالم نے اپنے نور کے ایک جوہر سے عرش و کرسی اور لوحِ محفوظ و
قلمِ قدرت کو پیدا کیا پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی روحوں کو پیدا کیا پھر تمام
فرشتوں کی روحوں کو پیدا کیا پھر تمام جنتی اور دوزخی روحوں کو پیدا کیا پھر تمام
جنات کی روحوں کو پیدا کیا۔ پھر تمام جانوروں کی روحوں کو پیدا کیا۔

اب عالمِ ارواح یا روزِ ازل میں یہ کیفیت ہے کہ ساتوں آسمانوں پر حاوی
خداوندِ عالم کا عرشِ عظیم ہے اور عرشِ عظیم کے چاروں طرف آسمان کے کناروں تک
تمام رُوحوں کے دل بادل موجود ہیں جن کو مولائے عزوجل اپنا جمال دکھاتا ہے اور
تمام روحوں سے یہ کلام فرماتا ہے:۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط یعنے میں ہوں تمہارا
پروردگار۔ جس کے جواب میں تمام روحوں نے عرض کیا کہ بَلٰی شَهِدْنَا یعنے اے
خالقِ برحق بیشک آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ ہم آپ کو ہرگز نہیں بھولیں گے۔ جس کے بعد
حق تعالےٰ نے تمام روحوں سے فرمایا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا
غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ج
(یعنے) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے اُن تمام روحوں سے فرمایا کہ اے روحو!
دیکھو ایسا نہ ہو کہ کل قیامت میں کہیں تم یہ کہنے لگو کہ ہم تو اِس بات سے بے خبر
رہے اور کسی نے ہم کو جتایا اور بتایا نہیں کہ پیدا کرنے والے خالق اور مالک کو
نہ بھولو۔ نیز کل قیامت میں کہیں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم اُنہیں کی
اولاد تھے۔ جیسا اُنھوں نے شرک کیا ویسا ہی ہم بھی شرک کرنے لگے۔ کیونکہ ہم اُن کی اولاد
تھے۔ تو اے روحو! ہم تمہارا کوئی عذر نہ سُنیں گے۔

مگر افسوس دُنیا میں آکر لامحدود اولادِ آدم اُسے بھول گئی اور بھولے بسروں
کی دیکھا دیکھی تمام نئی نانتیاں اپنے خالق و مالک کو بھولے چلی جا رہی ہیں۔
آہ! اے انسان۔ اے آدمی۔ اے بشر! کیا تجھے عقلِ سلیم اس لئے اُس نے دی

ہے کہ تو سب کچھ یاد رکھے اور اپنے خالق و مالک کو بھول جائے؟ کیا تجھے سننے والے کان اِس لئے دیئے ہیں کہ تُو سب کی سُنے اور اپنے پیدا کرنے والے کی نہ سُنے؟ کیا تجھے قدم اِس لئے دیئے ہیں کہ تو سب طرف چلے اور اپنے پروردگار کی رضامندی ڈھونڈھنے کے لئے ایک قدم بھی نہ بڑھے؟ افسوس صد ہزار افسوس کہ ہوتے ساتے عقلِ سلیم کے اللہ تعالےٰ کو بھول گئے۔

غزل

جو عہد خدا سے ہم نے کیا تھا حیف اُسے کیا بھول گئے
وہ روزِ ازل کے قول و قسم وہ دید کا نقشہ بھول گئے

وہ پیشیٔ حق سب محو ہوئی وہ اُس کی حضوری دل سے گئی
وہ پردہ غفلت دل پہ پڑا سب لیکھا دیکھا بھول گئے

وہ عرشِ خداوندی کی جھلک وہ لاکھوں کروڑوں جن و ملک
وہ روحیں ہماری سر بہ فلک سب دیکھا دکھایا بھول گئے

دُنیا کی لگن کچھ ایسی لگی سُدھ اُس کے گھر کی کچھ نہ رہی!
کس دیس میں مولا آن پھنسے جو اصلی گھر تھا بھول گئے

یہ کیسی سرا میں آن اُترے یہ کیسے پڑاؤ میں ڈیرے پڑے
یہ کیسے نشے میں چُور ہوئے سب گھر کا رستا بھول گئے

غفلت کا نشہ جب اُترے گا، جب تیرا پردہ اُٹھے گا
کیا مُنہ ہے جو تجھکو دیکھے گا جب عہد ہی تیرا بھول گئے

اسحٰق خدا سے توبہ کر جتنا بھی بنے تو اُس سے ڈر
تو اُن کی طرح سے کر نہ بسر جو قول بَلیٰ کا بھول گئے

زمین کی ساخت

جب اُس بحرِ ذخار پانی میں نہایت زور و شور کا دھواں اُٹھ چکا اور اُس دھوئیں کے سات حِصّے ہو کر سات آسمان بن چکے تو اب بموجب حکمِ ربّی اُس پانی میں جھاگ پیدا ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس جگہ جھاگ آئے ہیں وہ خاص خانۂ کعبہ کی زمین ہے پھر وہ جھاگ بڑھنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے پانی کے بہت سے حِصّے پر پیدا ہو گئے اور پھر وہ منجمد ...... ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ سب سے اوّل کعبہ کی سرزمین منجمد ہو گئی۔ اس کے بعد ایک آناً فاناً میں جس جس جگہ جھاگ پیدا ہوئے تھے وہ تمام جگہ جم کر سخت زمین کی صورت میں ہو گئی لیکن چونکہ عمیق پانی کے اوپر یہ زمین منجمد ہوئی ہے اس لئے لرزتی ہے۔ ایسی کہ جیسے بھرے سمندر میں کوئی ناؤ۔ پس اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے زمین کا لرزہ ٹھہرانے کے لئے پہاڑ پیدا کئے جس سے زمین کا لرزنا بند ہو گیا جس کی نسبت مولانے فرمایا ہے:۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا یعنے اللہ وہ قدرت والا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار دے دیا۔ اللہ اللہ کیا شانِ ربی ہے!

نظم

جس طرح ارشادِ ربّی ہو سُنو شانِ ایمانی اِسی کا نام ہے	جو کہے مولا وہی تم بھی کہو مؤمنو! تم کو خدا سے کام ہے

تفسیر مدارک و مواہب لدنیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ نے اُنیس بڑے بڑے پہاڑ پیدا کئے اور علاوہ ان کے دیگر ہزار ہا پہاڑوں کو پیدا کر کے اُنکی شاخیں بنایا جو زمین کے ٹھیراؤ اور اُس کے سکون کے لئے میخوں کا کام دیتے

ہیں نیز اللہ پاک نے اپنے فرشتوں میں سے ایک زبردست فرشتہ زمین پر مقرر فرمایا اور تمام پہاڑوں کی شاخیں یعنے زمین کی رگیں اُس کے ہاتھ میں دیں پھر جب کبھی کسی حصّہ زمین یا کسی قوم کو غفلت سے ہوشیار کرنا چاہتا ہے تو اُس فرشتے کو حکم کرتا ہے کہ فلاں شاخ یا زمین کی فلاں رگ ہلادے ! پس وہ اُسی شاخ یا اُسی رگ کو ہلاتا ہے جس سے اُس خاص زمین میں زلزلہ آتا ہے اور زمین ہل جاتی ہے۔ غرضیکہ مولائے کریم نے ایک زمین نہیں بلکہ اسی طرح کی سات زمینیں پیدا کیں جیسے وہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ یعنی اللہ پاک وہ قدرت والا ہے جس نے سات آسمان اور سات زمینیں پیدا کیں۔ لکھا ہے زمین سے آسمان تک پانسو برس کی راہ ہے۔ اِسی طرح ایک آسمان سے دوسرا آسمان پانسو برس کا رستہ ہے اور پھر اسی طرح ہر ایک زمین دوسری زمین سے پانسو برس کا فاصلہ رکھتی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ خالقِ رَبُّ السَّمٰوٰت نے قلمِ قدرت اور لوحِ محفوظ کی جانب خطاب فرمایا کہ لکھ ! یہ سُنکر قلم ہیبتِ ذوالجلال اور اُس کی دہشت کے سبب بیچ میں سے شق ہوا اور یہ گویا اُس کی روانی کے لئے شگاف ہوگیا۔ اور لرزتے ہوئے قلم نے عرض کیا مَا اَکْتُبُ حضورا کیا لکھوں ؟ ارشاد عالی ہوا اُکْتُبِ الْقَدْرِ یعنی میری مرضی کے مطابق جملہ مخلوقات کی تقدیر لکھ۔ چنانچہ ازل سے ابد تک جو جو کچھ کہ ہونا تھا وہ لوحِ محفوظ پر قلمِ قدرت نے سب لکھدیا۔ اور یہ مولا کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔

(پ ۲۸۔ الطلاق۔ ع ۲۔ آیۃ ۵)

غزل

ہوئے جب آسماں قائم ہوئی پھر جب زمیں پیدا
مکاں جب بن گئے سارے تو ہوتے ہیں مکیں پیدا
ابھی کچھ بھی نہ تھا بجز ذاتِ حق ایک ہُو کا عالم تھا

ابھی سات آسمان قائم ہوئے ساتوں زمیں پیدا
ہوئے چودہ طبق پیچھے ہوئے سب لق و دق پیچھے
ہوا سب سے مُقدّم نورِ ختمُ المرسلیںؐ پیدا
کہیں دُنیا کہیں عقبےٰ کہیں جنّت کہیں دوزخ
ذرا دیکھو کہ کیا کرتا ہے ربُّ العالمیں پیدا
کہیں حور و ملک ہیں اور کہیں جنّات و شیطاں ہیں
کہیں ہیں کُفر کے بندے کہیں ہیں مومنیں پیدا
کہیں معراج کے مُنکر کہیں محشر کی باتوں کے
خدا کی شان ہم جیسے ہوئے اب نکتہ چیں پیدا
کسی مُنکر سے ماں کے پیٹ میں پُوچھو ذرا جھک کر
کہ تُو کس فلسفے سے ہو گا اے گوشہ نشیں پیدا
دُعا ہے بندۂ اسحٰق عاجز کی تو بس یہ ہے
کرے دِل میں مرے ایمان ربُّ العالمیں پیدا

فرشتوں کا آغاز

جنابِ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے آسمان پر جو فرشتے اللہ تعالیٰ نے بیحد و بے شمار پیدا کئے ہیں وہ نہایت ہیبت ناک بیلوں کی صورت ہیں۔ اور دوسرے آسمان پر اُس نے جو ملائکہ پیدا فرمائے ہیں وہ عقاب کی صورت میں ہیں۔ اور تیسرے آسمان کے فرشتے بڑے بڑے گرگسوں کی صورت میں ہیں اور چوتھے آسمان کے بڑے بڑے قد آور گھوڑوں کی صورت میں ہیں۔ اور

پانچویں آسمان کے فرشتے حورِعین کی صورت میں اور چھٹے آسمان کے فرشتے غلمانِ جناں کی صورت میں ہیں اور ساتویں آسمان کے فرشتے انسان کی صورت میں ہیں غرضیکہ آسمان اوّل سے لیکر آسمانِ ہفتم تک تمام فرشتے خداتعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں بعضے دست بستہ قیام میں کھڑے ہیں۔ بعضے رکوع میں جھکے ہوئے ہیں بعضے سجدے میں بعضے قاعدے میں بیٹھے ہیں اور بعضے مفروضہ خدمات و دیگر اقسام کی عبادتوں میں ہمہ تن مصروف ہیں نیز یہ تمام فرشتے نُور سے پیدا ہوئے ہیں۔ کھانے پینے سے انہیں کچھ سروکار نہیں۔ محض عبادتِ الٰہی اور ذکرِ خداوندی اُن کی زندگی ہے اور بس یہی اُن کی غذا ہے۔

نظم

واہ کیا اعلیٰ غذا اُن کو ملی	یادِ حق کی اور اُس کے ذکر کی
مل گئی ہے ذکر کی جن کو غذا	پھر کسی غم سے اُنہیں کیا واسطہ
چھُٹ گئے پھر رنج و غم سے ذاکریں	کاش اِس نکتہ کو سمجھیں مؤمنیں

تفسیر بحرالمواج و معالم وغیرہ میں لکھا ہے جس کو جناب ابی ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور جنات اور انسان کو پیدا کرکے اُن کے دسؔ حِصّے کئے۔ جن میں نو حِصّے فرشتے اور ایک حِصّہ جنات و انسان۔ پھر اِس پچھلے حِصّے کے دسؔ حِصّے کئے جس میں نو حِصّے جنّات و شیاطین اور ایک حِصّہ انسان پھر ایک حِصّہ انسانی کے پچیس ۲۵ حِصے کئے جن میں چوبیس ۲۴ حِصّے کافر اور ایک حِصّہ مومن مسلمان . . . . پھر ایک حصہ مومن مسلمان کو تہتر حِصّوں پر تقسیم کیا جن میں ایک حِصّہ جنّتی اور بہتر حِصّے دوزخی۔ چنانچہ آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت میں بھی تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً وہ سب دوزخ میں جائینگے مگر ایک فرقہ جنّت میں داخل ہوگا

صحابہ کرام ؓ نے دریافت کیا کہ حضور! وہ کونسا فرقہ ہوگا جو اکیلا جنت میں جائیگا
آپ نے فرمایا۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر چلتا
ہوگا وہ جنت میں جائیگا۔

نظم

مومنو ڈھونڈو صحابہ ؓ کا طریق　　جائیگا جنت میں بس وہی فریق
اُنکے کیا اخلاق تھے کیا رنگ تھا　　کیا تمدن اُنکا تھا کیا ڈھنگ تھا
کسقدر شیر و شکر آپس میں تھے　　کیسے عاشق تھے رسول اللہ کے

القصہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کر کے اُن کی غذا یا زندگی محض اپنی اطاعت اور عبادت قرار دی، اور وہ ایک ایسا مطیع و فرمانبردار گروہ پیدا کیا جن کی نسبت ارشاد ہے:۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمْ یعنی فرشتے اتنے اطاعت شعار ہیں کہ کبھی وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کا اُنہیں حکم ہوتا ہے وہ فوراً کر گذرتے ہیں اور جو جس خدمت پر مقرر ہے قیامت تک خاموشی کے ساتھ اُس خدمت کو بجالانے کے لئے کمربستہ حاضر ہے۔ ممکن نہیں کہ سر مُو اُس کام میں تساہل یا غفلت کر جائیں۔ اُن میں ایک ایک فرشتہ اتنا قد و قامت اور اتنی قوت والا ہے کہ ایک اُنگلی کے اشارے سے رُوئے زمین کو ایک چھلے کی طرح اُٹھا کر پھینک سکتا ہے۔

نظم

کیا جماعت ہے ملائک کی تمام　　معصیت خالق کی ہے جن پر حرام
تیری قدرت ہے الٰہا العالمین　　اِس قدر شہ زوریوں طاعت گزیں
ایک ہم کم عمر اور کمزور لوگ　　طاعت مولا سے بس چڑھتا ہی سوگ
معصیت سے دل بہلتا ہے مُدام　　رات دن غفلت میں کٹتے ہیں تمام

نیکیوں میں ہیں ہمارے سر بسر | نفس کے سب کام بڑھ کر بیشتر
دو کراماً کاتبین اور ایک ہم | ایک اور دو کو تھکا دے ہے ستم
نیکیاں لکھوائیں کم اکثر گناہ | حال اپنا کر رہے ہیں ہم تباہ
ہم کو عبرت ہو ملائک سے اگر | چھوڑ دیں سب "یہ اگر" اور "یہ مگر"
چھوڑ دے اسحٰق بس اس بات کو | اب ذرا دکھلا ہمیں جنات کو

جنّات کا زمانہ

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں مولا ارشاد فرماتا ہے:۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ یعنے جنات کو ہم نے دہکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا ہے ملکھا ہے کہ فرشتے چونکہ نور سے پیدا ہوئے تھے۔ اِس لئے طاعت مولا کی طرف مائل ہوئے اور جنات آگ سے پیدا ہوئے تھے۔۔ (پ ۱۴ ـ الحجر ـ ع ۲ ـ آیت ۲۷)

اِس لئے اکثر اِن میں سے نافرمانی اور سرکشی کی طرف جھک گئے اور آگ میں چونکہ اندھیرا اور روشنی دونوں صفتیں ہیں اِس سے دو اوصاف اُن میں بھی ہوئے یعنی یہ کہ جو آگ کی روشنی سے پیدا ہوئے وہ نیک نفس اور صاحبِ ایمان ہوئے اور جو آگ کے اندھیرے سے پیدا ہوئے وہ بڑے سرکش اور کافر بنے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنات کو اس سرزمین پر پیدا کیا اور اُن میں سلسلۂ اولاد کثرت سے شروع ہوا تو اُنہیں ایک شریعت و طریقت کا پابند بناتے ہوئے اپنی اطاعت و عبادت بجالانے کا حکم فرمایا۔ جنہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ شریعتِ وقت کو قبول و منظور کیا اور وہ ساتھ ہی اِس کے نہایت خوشحالی اور فارغ البالی سے اِس عالم میں زندگی بسر کرنے

لگے یہاں تک کہ ایک بڑی مدت تک جسے بعض حکما ر نے چھتیس ہزار برس کا زمانہ بتایا ہے یہ قوم جنات بخیریت تمام گذار چکے تو اب بسبب ناری یا آتشیں پیدائش کے ان میں تمردی اور سرکشی کے اسباب ظاہر ہونے شروع ہوئے گو بہت سے اُن میں اسی طرح پابند شریعت رہے لیکن ساتھ ہی اس کے بہتوں نے گمراہی اختیار کی اور وہ متکبر اور سرکش ہی نہیں ہوئے بلکہ اُنہوں نے عالم کو فساد اور خونریزی سے لبریز کرنا شروع کر دیا جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجتیں پوری کیں اور اُنہیں طرح طرح کے عذاب وعقاب میں مبتلا کیا۔ جو لوگ اُن میں پیاری شریعت پر قائم اور عبودیت پر مستقیم رہے اُنہیں عافیت سے رکھا۔ اور سرکشوں نافرمانوں پر عذاب نازل کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ جن کو صاحب شریعت بنا کر جنات کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ جو جنات کے لئے دورِ جدید کے لقب سے ایک نیا زمانہ مشہور ہوا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی جنات اسی حد تک شریعت و طریقت پر قائم رہے جتنے کہ پہلے چھتیس ہزار برس کے دورِ اول میں نکوکار رہے تھے۔ اللہ اکبر

نظم

ہم نے تیرہ سو برس میں یہ کیا	طاق میں شرعِ نبیؐ کو رکھدیا
نام کو سنّت کی پابندی نہیں	ہوگیا یہ کیا الٰہ العالمیں؟
کتنی جلدی دورِ بدتر آگیا	کتنی جلدی تُو ہوا ہم سے خفا

غرضکہ قوم جنات میں چھتیس ہزار برس کا دوسرا دَور شریعت کی پابندی سے گذرا۔ اس کے بعد اُن میں پھر جہالت اور سرکشی زور پکڑ گئی۔ جس سے کہ پھر وہ شرک وکفر اور قتل وقتال میں مبہوت ہوگئے۔ چنانچہ اس دفعہ حکمِ الٰہی اُن کے فنا کر دینے کا صادر ہوا اور تمام سرکش اور دشمنانِ شریعت فنا کر دیئے گئے۔ اب تیسرا دور شروع ہوا جس میں ایک نیک نہاد بزرگ اُن کا والی بنا کر بھیجا گیا اور پھر چھتیس[۳۶] ہزار برس تک

یہ لوگ فرمانبردار اور اطاعت شعار رہے۔ اس کے بعد پھر سرکشی و قتل و قتال کا اُن میں دَور دورہ ہوا اور حکمِ الٰہی سے پھر وہ سرکش جنات غارت کر دیئے گئے صرف نیک نفس اور نیک نہاد عالم میں باقی رہے پھر ایک مدت میں جا کر ان میں ایک بہت بڑی قوم پیدا ہوئی جن میں ایک مبارک نفس اُن کا رہبر اور ہادی بنا جو تمام زیورِ عقل و حکمت سے آراستہ تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے وہ تمام قوم کو حلال اور حرام کے احکام سُناتا اور نیکی بدی کے مقام دکھاتا تھا۔ چنانچہ عرصہ دراز تک وہ اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہے اور یہ چوتھا دَور تھا۔ جب اُس نیک نفس ہادی نے اِس جہان سے رحلت کی تو جو بدترین جنات تھے وہ اگلی قوموں کی طرح سرکشی و طغیانی میں پھر مُبتلا ہو گئے۔ اِس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے تاکہ وہ راہِ راست پر آسکیں۔ مگر وہ اُن کے پند و نصائح سے ذرا متأثر نہ ہوئے۔ بلکہ اُسی طرح قتل و غارت اور شرک و معصیت میں مبتلا رہے۔ نہیں بلکہ نہایت سخت قومِ جبار بن کر عالم تہ و بالا کرنا شروع کیا اور ایک فاضح کی نہ مانی جو مولا کو سخت ناگوار ہوا جس نے فرشتوں کی ایک جماعت آسمان سے بھیجی اور اُن تمام مفسدین کو قتل کرا دیا۔ اور بقیۃ السیف کو جزیروں اور ٹاپوؤں کی طرف دھکیل دیا۔

نظم

قتل و غارت کے نتیجے ہیں خراب	جس میں پوشیدہ ہے مولا کا عذاب
سرکشی کر کے جنوں نے کیا لیا	قدرتِ ربی سے بدلہ پا لیا
یا الٰہی فضل فرما ہم پہ تو	جیتے جی ہم میں رہے نیکوں کی خو

جنات کو اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ زمین سے آسمان تک کا قد بنا سکتے ہیں۔ ہوا بن کر غائب ہو سکتے ہیں۔ آگ بن کر روشن ہو جاتے ہیں۔

خوبصورت مرد و حسین عورت بن جاتے ہیں۔ سانپ۔ بچھو۔ مچھر۔ مکھی سب کچھ بن سکتے ہیں۔ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جا آ سکتے ہیں۔ غرضکہ بڑی طاقت ور مخلوق اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے ہمیں ہمارے ہادی۔ ہمارے پیشوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بتا دیا کہ اللہ کی نافرمانی سے مخلوق سر سبز نہیں ہوتی بلکہ یقیناً وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جنات سی شہزور مخلوق جہان سے نیست و نابود کر دی گئی

نظم

ہم ضعیف ناتواں ڈرتے رہیں	سرکشوں کی سرکشی کو دیکھ لیں
حشر کیا اُس قوم سرکش کا ہوا	سرکشی کچھ ہم کو زیبا ہے بھلا
دھوپ کی ہم کو نہ بارش کی سہار	کیا ضعیف ناتواں ناپائیدار
طاعتِ معبود کے قرباں نثار	جس سے خوش ہو وہ مرا پروردگار
طاعتِ فرمانِ پیغمبر رہے	کچھ اگر لینا ہے اُس معبود سے

ابلیس کا فسانہ

قوم جنات میں ایک بزرگ جس کا نام عزازیل مشہور تھا فی الحقیقت وہ بڑا عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کا نہایت فرمانبردار تھا۔ چنانچہ وہ چاروں دور میں جن کی مدت پورے ایک لاکھ چوبیس ہزار سال کی ہوتی ہے۔ نہایت نیک نفس و اطاعت شعار رہا۔ اور تمام قوم سے چھپ چھپ کر خلوص کے ساتھ عبادتِ الٰہی کیا کرتا تھا۔ جب جنات تباہ کر دیئے گئے اور بقیہ اُن کے جزیروں کی طرف نکالے گئے تو فرشتوں نے اُس نیک نہاد یعنی عزازیل کے لئے درگاہِ

ربّ العزت میں سفارش کی اور عرض کیا کہ خداوندا اگر تو اس نیک نفس بندے کو آسمان پر بلالے تو ہم بھی اُس کی عبادت کے جوش وخروش سے فائدہ حاصل کریں اور بہتر ہے کہ ایسا مطیع و فرمانبردار شخص ہماری جماعت میں شامل کردیا جائے۔ مولانے تبسم فرماتے ہوئے فرشتوں کی سفارش عزازیل کے حق میں قبول کی اور عزازیل کو آسمانِ اول پر رہنے کا حکم دے دیا چنانچہ فرشتے اُسی وقت عزازیل کو ہاتھوں ہاتھ آسمان پر لے گئے جہاں اُس کے جوش خروش کی عبادت دیکھ کر دوسرے آسمان کے فرشتے ملتجی ہوئے کہ حضور! ایسا عابد ہمارے پاس رہے تو نہایت اچھی بات ہو چنانچہ دوسرے آسمان کے فرشتوں کی دعا اور اُنکی سفارش عزازیل کے حق میں قبول ہوئی اور اُس کو دوسرے آسمان پر رہنے کا حکم ہوگیا اور دوسرے آسمان کے فرشتے اُسے ہاتھوں ہاتھ دوسرے آسمان پر لے کر چڑھ گئے۔ مگر عزازیل کی عبادت روز بروز ترقی کرتی جارہی تھی اور ساتھ ہی اُس کے اُس کا مرتبہ بھی بڑھتا چلا جارہا تھا۔ اور فرشتے بھی اُس کے ذکر و شغل پر عش عش کرتے تھے۔ غرضکہ عزازیل اپنی عبادت کے سبب رفتہ رفتہ ملائکہ کی سفارش سے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ نیز یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر ایک آسمان پر اُس نے دس دس ہزار سال تک جوش وخروش سے عبادت کی۔ خلاصہ یہ کہ جب ساتویں آسمان پر اُس نے انتہا درجے کے جوش وخروش کی عبادت کی تو رضوانِ جنت یہ دیکھکر درگاہِ خداوندی میں ملتجی ہوا کہ اگر یہ بزرگ جنت میں رہ کر حضور کی عبادت بجا لائے تو اچھا ہو۔ چنانچہ رضوان کی سفارش قبول ہوئی اور اب یہ مبارک صورت و نیک سیرت ساتوں آسمانوں سے مافوق جنت میں پہنچ گیا۔ یہاں یہ بھی معلوم کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ساتوں آسمان سے اُوپر اور عرشِ معلّیٰ کے نیچے قائم فرمائی ہے۔ اور دوزخ ساتوں زمینوں کے

نیچے تحت الثریٰ میں بنائی ہے۔ بس عزازیل اپنی عادت کے موافق جنت میں انتہائی عبادت کرنے لگا۔ بلکہ یہاں ایک نئی اعزازی بات اور حاصل ہو گئی وہ یہ کہ فرشتوں کو ذکرِ الٰہی کی تعلیم و تلقین بھی شروع کر دی۔ ملائکہ اُس کی عبادت اور اس کی نصیحت سے بیحد مسرور ہوتے اور بہت کچھ استفادہ حاصل کرتے رہے اس کے بعد ملائکہ کی خواہش پر یاقوتِ سُرخ کا منبر ملائے اعلیٰ یا عرشِ معلیٰ کے نیچے عزازیل کے لئے بچھایا گیا جہاں بیٹھکر وہ تمام ملائکہ کو ذکرِ الٰہی سناتا اور مجلسِ وعظ قائم کرتا رہا چنانچہ عزازیل کے پند و نصائح سننے کے لئے اِس قدر ملائکہ جمع ہوتے تھے کہ اُن کی گنتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ جس سے تمام ملائکہ اس کی تسبیح اور نصائح گوناگوں سے بیحد مستفید ہوتے رہے۔

نظم

عشق ہے ذکرِ الٰہی سے اُنہیں	کوئی اُس کا نام لے اور یہ نہیں
ذکرِ حق ہے اِن فرشتوں کی حیات	ذاکروں کے یہ لگے رہتے ہیں ساتھ
خود جنابِ مصطفےٰ کا قول ہے	ذکرِ حق ہے اُن کی وہ مطلوب شے

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یَلْتَمِسُ الذِّکْرَ یعنی فرشتے ہر وقت ذکرِ الٰہی کی مجلسیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ پھر جہاں کہیں وہ پاتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی ہو رہا ہے زمین سے آسمان تک تہ بہ تہ اِسقدر جمع ہو جاتے ہیں کہ آسمانِ دُنیا تک اُن کی کثرت پہنچ جاتی ہے۔ پھر جب وہ ذکر کی مجلس ختم ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے حضورِ خداوندی میں پہونچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے ذاکرین کا مرتبہ بڑھانے کے لئے اُن سے دریافت فرماتا ہے کہاں سے آتے ہو؟ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ آپکے ذاکرین بندوں کے پاس سے آتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے میرے

بندے کیا کر رہے تھے؟ حضور آپ کا ذکر کر رہے تھے کیا مجھے میرے بندوں نے دیکھ لیا ہے؟ نہیں حضور دیکھا نہیں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ بغیر دیکھے وہ آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اگر وہ میرے بندے مجھے دیکھ لیں تو اُن کا کیا حال ہو کہا اگر وہ آپ کو دیکھ لیں تو اور زیادہ عاشق ہو جائیں۔ اچھا اے فرشتو! ہم تم کو گواہ کرتے ہیں کہ ہم نے اُن ذکر کرنے والوں اور سننے والوں کو سب کو بخشدیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ حضور اُن میں آپ کے بعض ایسے بندے بھی موجود تھے جو ذکرِ الٰہی سننے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کسی اور کام کے لئے آ گئے تھے یا شوق سے نہیں سن رہے تھے اُن کی بخشش کے نسبت کیا ارشاد ہے؟ ارشاد ہوتا ہے: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ اُن میں ہمارے خاص شوق سے سُننے والے ایسے ہیں جن کے طفیل ہم نے تمام اہلِ مجلس کو بخش دیا۔ اللہ! اللہ!!

نظم

ذکرِ مولا میں ہی بخشش بالیقیں	آدمی کا جس میں دل لگتا نہیں
دل لگی اللہ سے جاتی رہی	ہائے یہ کیا ہم پہ آفت آ گئی!
سنو اگر ہیں غافلوں کی محفلیں	ایک وہ ہیں ذاکروں کی مجلسیں

عزازیل کی پیامبری

پھر وہ جنات جو جزیروں کی طرف دھکیل دیئے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد زمین پر پھیل گئے۔ یہانتک کہ تمام زمین پر انکی بساست ہو گئی اور اب یہ اُن کا پانچواں دور ہے۔ لیکن جہالت و کفر میں بیحد ڈوبے ہوئے ہیں جن کی یہ حالت معلوم کر کے عزازیل نے حضورِ خداوندی میں عرض کیا کہ افسوس میری قوم طغیانی و سرکشی

میں پھر تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ اگر حکم عالی ہو تو میں زمین پر جاؤں اور اپنی قوم کو راہ راست پر لاؤں؟ وہاں سے اجازت ہوئی۔ چنانچہ عزازیل حضور ملک العلاّم سے اجازت لیکر ملائکہ کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنے ساتھ لیتے ہوئے پیامبری کی خدمت ادا کرنے کے لئے زمین پر نازل ہوا اور اپنی قوم جنات کو راہ راست پر آنے کی دعوت دی اور خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلایا جن کے ایک مختصر گروہ نے اُس کا کہنا کیا اور باقی اکثر اور بہت سے اُسی طرح نافرمانی پر اڑے رہے پھر عزازیل نے ایک نیک نہاد جن کو اپنا نائب یا ایلچی بنا کر قوم کی ہدایت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا جس کو قوم نے شہید کر دیا۔ اور اپنی سرکشی میں وہ اور بھی بڑھ گئے۔ جب عزازیل کو خبر لگی کہ میرا ایلچی قوم کے ہاتھوں شہید ہوا تو ایک دوسرا نائب بنا کر اُن کی ہدایت کے لئے بھیجا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی کئی بزرگانِ قوم۔ قوم کو راہ راست پر لانے کیلئے بھیجے مگر قوم نے ایک ایک کر کے سب کو شہید کر دیا اور اپنی سرکشی انتہا کو پہنچا دی۔ جب عزازیل کو یہ خبر لگی کہ میرے نائب خدا پرست ایلچی ایک ایک کر کے سب شہید کر دیئے گئے۔ بحد غصہ آیا اور اسی وقت حضورِ ربّ العزت میں عرض کیا کہ مجھے قومِ سرکش سے انتقام اور بدلہ لینے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ وہاں سے اجازت ہوگئی۔ پھر تو عزازیل نے فرشتوں کو ساتھ لے کر اور غیظ میں آکر قوم سے ایسا قتال کیا کہ الامان والحفیظ۔ لاکھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا باقی جو بچے وہ جزیروں کی طرف اپنی جانیں بچا بچا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد ملائکہ کی سفارش سے عزازیل تمام روئے زمین کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور آسمانِ اوّل کی خلافت عطا کی گئی اور جنت کی خازنی مرحمت ہوئی۔ اور اب عزازیل کا یہ حال ہے کہ کبھی زمین پر عبادت کرتا ہے اور کبھی آسمان پر جا کر عبادتِ الٰہی میں مصروف

ہوتا ہے۔

نظم

کچھ ٹھکانہ ہے بھلا اعزاز کا تیرا طوطی بولتا ہے ہر کہیں	جو ملائک کی سفارش سے ملا اے عزازیل اب ترا ثانی نہیں؟

دیکھتا ہے تیری چتون ہر ملک
تو ہی تو ہے بر زمیں و بر فلک؟

میں کوئی چیز ہوں

جب عزازیل کی دانائی اور اُس کا علم اور اُس کی نکوکاری زمین و آسمان میں اچھی طرح آشکارا ہوگئی تو اُس نے اپنے دل میں یقین کر لیا کہ جو کچھ بھی میرا انتہائی اعزاز ہو رہا ہے درحقیقت میں ایسے ہی اعزاز کے قابل ہوں اور اب زمین و آسمان میں میں ہی ایک عزت مند ہوں۔ بس جتنی اور جسقدر بھی میری عزت ہو وہ تھوڑی ہے۔ نیز اب اگر اللہ تعالیٰ کسی اور کو ایسا اعزاز دینا چاہے گا تو میں اُسے منع کر دوں گا اور یہ اعزاز ہرگز کسی غیر کو نہیں دینے دوں گا۔ نیز عزازیل کو یہ یقینِ کامل ہو گیا کہ میں حقیقت میں کوئی چیز ہو گیا ہوں اور اب بعد خدا تعالیٰ کے چودہ طبق میں مجھ سے زیادہ نہ کوئی عالم ہے اور نہ مجھ سے زیادہ کوئی زاہد ہے اور اگر ہیں بھی تو میں اُن کا سردار ہوں اللہ! اللہ! یہی ہے سببِ لعنتِ پروردگار۔ یا اللہ تو عالموں اور درویشوں کو ہی نہیں بلکہ تمام مومن مسلمانوں کو انانیت اور غرور سے بچائیو! آمین ثم آمین۔

اَب عزازیل کا یہ حال ہے کہ وہ بڑے زور شور سے ہر ایک جگہ خدا کی عبادت

کرتا پھرتا ہے اور دل میں اپنی عبادت پر فخر کرتا ہے۔ ایک دن بہت سے فرشتے جمع ہوکر اُس کے پاس آئے اور کہا کہ اے مقدس صورت آج ہمارا گذر لوحِ محفوظ کی طرف ہوا تھا۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ اُس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ایک مُقربِ درگاہِ صمدی عنقریب خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا۔ پس اے عزازیل اُسوقت سے ہمیں سخت اندیشہ ہے کہ کون ملعون ہوتا ہے۔ خدا کے لئے آپ دعا فرمائیں کہ ہم میں سے کوئی اِس بلا میں گرفتار نہ ہو جائے۔ عزازیل نے تمام واقعہ سنکر کہا کہ تم خاطر جمع رکھو! یہ واقعہ ہم سے اور تم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میں بہت دِنوں سے لوح محفوظ کی اِس سطر کو دیکھ رہا ہوں مگر میں نے تو کسی سے بھی اِس کا ذکر نہیں کیا۔ جس کے لئے ہوگا۔ ہمیں تمہیں اِس سے کیا غرض۔ دیکھئے لاغرضی کی بنا پڑتی ہے۔ پہلے غرور کی ابتدا ہوئی پھر لاغرضی کی۔ اچھا آگے چلئے! پھر فرشتوں نے کہا کہ نہیں آپ ہمارے لئے ضرور دعا کیجئے کہ آپ مستجابُ الدّعوات ہیں۔ چنانچہ عزازیل نے دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اَللّٰھُمَّ اٰمَنْھُمْ یعنی خداوندا تو انہیں اِس بلا سے ماموں رکھ! یہاں مُفسرین لکھتے ہیں کہ اِس دعا میں عزازیل نے اپنے آپ کو شامل نہیں کیا خواہ بھُول گیا ہو خواہ عمداً اپنا نام نہیں لیا کیونکہ اُسے اپنی عبادت پر ناز ہوگیا تھا اور گمراہی کا تصوّر بھی اُس کے دل میں نہ تھا دوسروں کے لئے دعا کی اور اپنے لئے نہیں کی۔

نظم

عالِم و عابد ذرا یہ سن رکھیں
دوسروں کے حق میں کرتے ہیں دعا
جنکو دعویٰ ہی دُعا گوئی کا آج

مسئلہ نازک ہے یہ اِس کو سُنیں
آپ خود پہنچے ہوئے ہیں ایسے کیا
ٹھیک ہوگا اِس روایت سے مزاج

ایک تنبیہ

عزازیل نے بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا "ایک بندہ ہے جسے ہم نے بہت اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں اور اُسے اپنا مُقرب بنایا اور زمین و آسمان و جنّت کی خلافت اُسے مرحمت کی، پس وہ ہمارے ایک حکم کی مخالفت کریگا جس کے سبب وہ ہمارا ملعون و مردود بنے گا" عزازیل نے جب یہ دیکھا اُسی وقت سجدے میں گرا اور پورے ہزار برس تک اپنی زبان سے اُس ملعون پر لعنت کرتا رہا دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے لوح محفوظ پر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم جلی حرفوں میں لکھی ہوئی دیکھی جسے دیکھتے ہی حضورِ خداوندی میں عرض کیا کہ شیطان الرجیم کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک بندہ ہے جسے ہم نے بہت سی نعمتیں دی ہیں۔ صرف ایک حکم میں وہ ہماری نافرمانی کرے گا۔ جس کے بدلے اُسے ہم ذلیل و خوار کریں گے۔ عزازیل نے عرض کیا کہ حضور اُسے مجھے بھی ایک نظر دکھایا جائے کہ وہ کون ہے کہ میں اُسے قتل کر ڈالوں۔ ارشاد عالی ہوا کہ اے عزازیل! بلاشک و بے شبہ عنقریب تم خود اُسے دیکھ لو گے۔ یہ سنکر عزازیل نے تمام درود وظائف موقوف کئے اور اپنی زبان پر صرف یہ وظیفہ جاری کیا۔ لَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی اِبْلِیْسِ یعنے اللہ ابلیس پر لعنت کرے۔

نظم

دوستو اللہ سے ڈرتے رہو　　نیکیوں پر اپنی مت غرّہ کرو

خود پسندی ہے خدا کو ناپسند!　　پڑتی ہے اکثر یہ نیکوں پر کمند

مولوی ہوتے ہیں نازاں علم پر　　اور صُوفی رہتے ہیں سب سے اُدھر

حاجی اپنے حج کے ہیں مدح سرا	قاری اپنی قرأتوں پر مرمٹا!
اور مُخیّر کا تو کچھ کہنا نہیں	مول لے لی اُسنے سب دُنیا و دین
خاصکر اِن سب کو ڈرنا چاہیئے	فخر نیکی پر نہ کرنا چاہیئے
دیکھنا ابلیس کیسا نیک تھا	فخر سے آخر پھر اُس کا کیا بنا

زمین کو ندا

جب مشیتِ ایزدی نے بنی نوعِ آدم یا انسان کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے زمین کے نام حکم آیا کہ اے زمین ہم چاہتے ہیں کہ تیرے ذرّوں سے انسان پیدا کریں۔ جن میں بعض میرے مطیع و فرمانبردار ہوں اور بعضے نافرمان۔ پس فرمانبرداروں کو میں بہشت میں داخل کروں اور نافرمانوں کو آتشِ دوزخ میں ڈالوں۔ یہ سُنکر زمین نے نہایت عاجزی اور لجاجت سے عرض کیا کہ اے پروردگارِ عالم تیرا یہ فرمان سُنکر بیحد مسرور ہوں کہ بعض میرے جسم کے ٹکڑے بہشت میں داخل ہوں۔ مگر ساتھ ہی اِس کے یہ معلوم کرکے سخت اَلَم میں مُبتلا ہو گئی ہوں کہ بعضے میرے جسم کے ٹکڑے آتشِ دوزخ میں جلیں۔ یہ کہکر زمین اسقدر روئی کہ اُس کے آنسوؤں سے دریا اور ندیاں جاری ہو گئیں۔ کہتے ہیں کہ اگر زمین اِس غم میں نہ روتی تو انسان بھی کبھی کسی کے غم میں نہ روتا۔ پس یہ انسان کا رونا محض زمین کے رونے کا سبب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں میں سے ایک مُقربِ فرشتے یعنی جبرئیلؑ کو خطاب فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! ہمارا حکم بجا لاؤ۔ وہ یہ کہ زمین میں سے ایک مٹھی خاک کی اُٹھا کر لاؤ کہ ہم اِس زمین میں ایک نمونۂ حُسن و جمال کا بیج بونا چاہتے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ یہ حکمِ عالی سُنتے ہی سدرۃ المنتہیٰ

سے فوراً زمین پر پہنچے تاکہ حکم الٰہی بجا لائیں اور تمام زمین کے اجزا یعنی سفید اور
سیاہ اور زرد اور سرخ اور پاک اور ناپاک سب میں سے ایک مٹھی خاک کی بھر
کر حضور خداوندی میں لیجائیں۔ چنانچہ جبریل امین چاہتے تھے کہ زمین میں سے
مٹھی بھریں کہ اتنے میں زمین نے زار و قطار رونا شروع کیا۔ جبریلؑ کو اُس کے
حال پر رحم آیا اور وہ بغیر مٹھی خاک کی بھرے واپس چلے گئے۔ حضور ربّ العزت
سے ندا ہوئی کہ اے جبریلؑ! خالی ہاتھ کیوں آئے؟ عرض کیا الٰہ العالمین زمین
نے تیری پناہ مانگی جس سے میں نے تیرے عفو و کرم پر تکیہ کرتے ہوئے اُس پر
اور اُس کے رونے پر رحم کھاتے ہوئے اُس کی مٹھی بھر خاک نہیں لایا۔ پھر اُس
درگاہ عالی جاہ سے حضرت میکائیلؑ کے نام حکم صادر ہوا کہ اے میکائیلؑ! ایک
مٹھی خاک کی زمین کے اجزا میں سے بھر کر لے آؤ۔ چنانچہ میکائیل زمین پر پہنچے اور اُس
سے کہا کہ اے زمین! کیا تو اِس بات سے خوش نہیں ہوئی کہ تجھ سے خوبصورت پتلے
بنیں گے اور تجھ پر گلاب چھڑکا جائیگا۔ یہ سُنکر زمین نے کہا کہ البتہ میں اِس بات سے
خوش ہوتی ہوں کہ میرے جسم سے خوبصورت پتلے بنیں گے۔ لیکن اے میکائیلؑ!
کیا میں اس بات سے بھی آنسو نہ بہاؤں کہ میرے پتلے آگ میں ڈالے جائیں اور وہ
نارِ دوزخ میں جلیں۔ یہ کہہ کر زمین نے بیحد رونا شروع کیا اور خدا کا واسطہ دے کر
اُنہیں بھی رخصت کر دیا۔ جب حضرت میکائیلؑ حضورِ خداوندی میں پہونچے تو ارشاد
ہوا۔ میکائیل! خالی ہاتھ کیوں آئے! عرض کیا کہ مولا تو نے ایسی عاجزہ مسکینہ
کے پاس بھیجا کہ جس کی مسکنت اور جس کے رونے پر مجھے ترس آگیا اور میں بغیر مٹھی
خاک کی لئے واپس آگیا۔ پھر حضرت اسرافیلؑ کے نام حکم صادر ہوا۔ چنانچہ حضرتِ
اسرافیلؑ زمین پر پہونچے اُن کو بھی زمین نے خدا کا واسطہ دیا اور بہت روئی جس
سے اُن کو بھی ترس آگیا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ پھر حضرت عزرائیلؑ کو حکم ہوا

کہ اے عزرائیل ؑ! ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ چنانچہ عزرائیل ؑ نے آتے ہی للکارا
اور کہا کہ اے زمین! یہ تیرا رونا دھونا میرے آگے کچھ کام نہ آئے گا اور تیرا
بسورنا میرے آگے کچھ مفید نہیں ہوگا۔ غلام کو حکمِ شہنشاہی بجا لانے میں ذرا تامل
نہ ہونا چاہیئے۔ جن کے جواب میں زمین نے کہا کہ اے عزرائیل میں کیونکر آنسو نہ بہاؤں
کہ میرے اجزا سے گنہگار پیدا ہوں گے۔ ساری شرمندگی کا داغ میری پیشانی پر
رکھیں گے۔ حضرت عزرائیل ؑ نے کہا کہ اے زمین! اولاد کا گنہگار ہونا ماں باپ
کی شامت اور کمبختی کا نتیجہ ہے۔ پس اے زمین! تو نے خود اپنے حق میں یہ کانٹے
بوئے۔ یعنی اِس سے پہلے تین مرتبہ حکمِ الٰہی تیرے نام آیا۔ لیکن تینوں مرتبہ تو نے
انکار کیا۔ کاش پہلی ہی مرتبہ حکمِ خداوندی کو تو مان لیتی اور بڑی خوشی کے ساتھ
مٹھی بھر خاک حوالہ کر دیتی تو واللہ میرا مولا کبھی تجھے رنج و الم نہ دیتا اور تیرے
تمام فرزند خدا کے مطیع و فرمانبردار ہوتے۔

نظم

مان لیتی تو اگر اُس کا کہا	نیک ہوتا ہر کوئی ذرّہ ترا
سب کے سب ہوتے یقینی صالحین	سب کے سب ہوتے یقینی مومنین
سب کے سب ہوتے یقینی جنتی	ایک بھی ہوتا نہ اُن میں دوزخی

اس کے بعد عزرائیل ؑ نے کہا کہ اے زمین! تیرا رونا اور تیرا عذر و معذرت
سب بیکار ہیں میں تیری کسی بات پر رحم نہیں کھاؤں گا کیونکہ میں رحم اور ترس
کھانے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ حکمِ الٰہی بجا لانے کے لئے آیا ہوں یہ یاس
و نا اُمیدی کے فقرے سُنکر اِدھر تو زمین نے بیحد رونا شروع کیا۔ اُدھر عزرائیل ؑ نے
بسم اللہ کہہ کر ایک خوفناک چنگل زمین پر مارا اور تمام اجزا کی ایک پوری مٹھی بھر کر

روانہ بھی ہو گئے جب حضرت عزرائیلؑ زمین میں سے ایک مٹھی بھر کرے گئے تو زمین کے نام تسلی و تسکینِ خاطر کا خطاب ہوا۔ اور اُسے رحمت کے وعدوں پر ساکت اور خاموش کر دیا گیا۔ پھر جب حضرت عزرائیل مٹھی خاک کی لیکر حضورِ رب العزت میں پہونچے وہاں سے ارشادِ عالی ہوا کہ اے عزرائیل! جب تم نے زمین سے مٹھی خاک کی بھری تو اس نے تمہیں ہر چند میرا واسطہ دیا اور فریاد و زاری کی مگر تم کو ذرا رحم نہ آیا۔ عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ خداوندا! ایک طرف آپ کا حکمِ عالی تھا اور دوسری طرف آپ کا واسطہ دیا جا رہا تھا۔ بس میں نے حضور کا حکم بجا لانا مقدم اور ضروری سمجھا۔ ارشادِ عالی ہوا کہ اے عزرائیل! آج سے ہم نے تمہارا نام قابض الارواح یا ملک الموت قرار دیا کہ تم ہر ایک جاندار کی جان نکالو! آہ اتنا سنتے ہی حضرت عزرائیلؑ رونے لگے اور عرض کیا کہ اے الٰہ العالمین! اولادِ آدمؑ میں نبی ولی اچھے بُرے سب قسم کے لوگ ہوں گے اُن میں موت سے زیادہ خوفناک شے کوئی نہیں ہوگی۔ بس تمام لوگ مجھے بُرائی سے یاد کریں گے اور مجھے سخت ظالم کہیں گے اور سب کے سب مجھے بُرا سمجھیں گے۔ نہیں بلکہ میرے دشمن ہو جائیں گے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے عزرائیلؑ تم اس بات کا بالکل اندیشہ نہ کرو۔ ہم اپنی مخلوق کی موت کے بارے میں بہت سے اسباب اور بہانے پیدا کر دیں گے اور بغیر بہانے کسی کو موت ہی نہیں آئے گی۔ لوگ ہمیشہ سبب اور بہانے کا ذکر کریں گے تمہارا کوئی نام بھی نہیں لے گا۔

نظم

زید کیا بیمار تھا جو مر گیا	کچھ نہیں تھا اُس کو بس ہیضہ ہوا
آج وہ گذرا مبارک اور ولی	محض اُس نے عشقِ حق میں جان دی
اور اسقاطِ حمل میں وہ گئی	اور اُس معصوم پر چھت گر پڑی

خواں لڑائی میں مرے جتنے جوان	ناؤ طغیانی سے بس ڈوبی وہاں
شہر وہ اُجڑا تو بس طاعون سے	کانگڑے میں آئے تھے بس زلزلے
ڈیرہ غازی خاں میں آیا تھا چڑھاؤ	شہر بھر کو لے گیا جس کا بہاؤ
حسبِ وعدہ خالقِ دُنیا و دیں!	نام عزرائیل کا لیتے نہیں

آدمؑ کا پُتلا

جب زمین کی مُرکب مٹی حضورِ خداوندی میں پیش کردی گئی تو اُس کی نسبت حکم الٰہی ہوا کہ اِس مٹی کو حجازِ عرب میں لے جاکر ڈال دو۔ اور میری قدرتِ کاملہ کا تماشا دیکھو۔ چنانچہ ملک الموت نے وہ مٹی حجازِ عرب میں ڈال دی جس پر ایک سیاہ ابر کے ٹکڑے کو برسنے کا حکم ہوا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ وہ عزرائیل کی مٹی جس کے حجازِ عرب میں تودے کے تودے لگے ہوئے ہیں جس پر ایک گھٹا زور سے برس رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ پورے چالیس سال اُس مٹی پر مینھ برسا۔ اس کے بعد ایک نورانی ابر کو حکم ہوا کہ جس نے صرف ایک گھنٹے تک اُس مٹی کے ڈھیر پر مینھ برسایا۔ یہاں جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری اُمت تمہیں معلوم ہے کہ وہ چالیس سال کی بارش کیسی تھی؟ پھر جناب خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ چالیس برس آدم کے پُتلے پر غم کی گھٹا برسی اور ایک ساعت خوشی کا مینھ برسا اللہ اللہ!

نظم

بھائیو! دیکھو یہ کس کا ذکر ہے	جن کو ہر دم غم غلط کا فکر ہے
غم غلط ہو کس طرح انسان سے	غم کی بارش جس پہ اتنے دن رہے

غم کا پُتلا درحقیقت ہے بشر
چاہتا ہے غم نہ آئے میرے پاس
رات دن آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی
کس طرح ممکن ہو فطرت کے خلاف
سب خوشی بے غیرتی کی ہے خوشی

جو مسرت ڈھونڈھتا ہے سربسر
زندگی بھر میں نہوں اک دم اُداس
عیش اور عشرت میں بس گذرے مری
آپ کو کہنا پڑے گا صاف صاف
پھانس غم کی ورنہ ہے دل میں چبھی

جب اس مٹی کے ڈھیر پر چالیسؒ سال غم کا اور ایک ساعت خوشی کا مینہ برس چکا تو اُس کے بعد بحکم ایزدی ستر ہزار ملائکہ چشمۂ رحیق اور سلسبیل سے پانی لائے اور اُس مٹی پر ڈالا۔ پھر جب وہ مٹی اتنی عظیم بارش کے بعد اچھی طرح خمیر ہوگئی تو اب تمام فرشتے بموجب حکمِ ربی الگ ہوگئے اور وہ مصوّرِ حقیقی جس کو بلا شرکتِ غیرے تصویر بنانے کا حق حاصل ہے۔ اُس نے اپنے دستِ قدرت سے اُس پر ایک وہ پیاری تصویر کھینچی جس سے قدرت کا ایک پورا کمال ظاہر ہوا۔ نیز... اُس کے ایک اشارہ میں) پتلہ آدمؑ کے تمام اعضا بن کر تیار ہو گئے یعضی روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ پتلۂ آدم کے تمام اعضا، فرشتوں نے بنائے اور اُس کا چہرہ خود اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میری اُمّت کے لوگو! دیکھنا کبھی غصّے میں آکر کسی چھوٹے بڑے کے چہرے پر طمانچہ نہ مارنا کہ یہ چہرہ خود مولائے کریم نے بنایا ہے

پھر سورج کو حکم ہوا کہ آدمؑ کے پتلے کو خشک کرے۔ جس کو سورج نے اپنی پوری تیزی سے چالیسؒ سال تک خشک کیا۔ نیز اس پتلے کے قد کی درازی پورے ساٹھ گز کی اور عرض سات گز کا واقع ہوا۔ یہاں رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ جنت میں ہر مومن مسلمان مرد اور عورت کا اتنا ہی قدو قامت ہوگا۔ غرضکہ یہ پتلہ آدمؑ کا مکّہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نعمان یعنی عرفات کے میدان

میں تیار کیا گیا۔ پس جب یہ قالب بن کر تیار ہو گیا تو جوق جوق فرشتے اُسے آکر دیکھتے اور نہایت تعجب کر کے کہتے کہ الٰہی! یہ کیا شے تونے بنائی ہے کہ اس سے پہلے ہم نے آج تک ایسی تصویر نہیں دیکھی۔

الٰہی کیسی پیاری تونے یہ صورت بنائی ہے	کہ جو دلمیں کلیجے میں بٹھا لینے کے قابل ہے

اللہ اللہ اجماعتیں ملائکہ کی آرہی ہیں جو تعجب اور حیرت کی نظروں سے دیکھتی ہیں۔ اور چلی جاتی ہیں۔ کتبِ تفاسیر میں مرقوم ہے کہ خداوندِ عالم نے حُسنِ انسان کے سو حصے کئے جس میں سے ننانوے حصہ حضرت آدمؑ کو دیئے اور ایک حصہ تمام اولادِ آدمؑ کو۔ پھر فرشتے مُعلم الملکوت عزازیل کو اپنے ساتھ لائے اور دکھایا کہ دیکھو یہ کیا چیز اللہ پاک نے بنائی ہے۔ چنانچہ عزازیل نے آدمؑ کے پُتلے کو بہت غور سے دیکھا۔ جب باہر سے اچھی طرح دیکھ چکا تو جسم کے اندر سما گیا اور تمام اندرونی حصہ کی اچھی طرح دیکھ بھال کی۔ اور پھر باہر آکر دیگر ملائکہ سے کہتا ہے کہ گھبراؤ نہیں میں نے خوب اِسے دیکھا اور اِس کی اصلیت کو سمجھ گیا۔ یہ اندر سے بالکل تھوتھا اور خالی ہے۔ جب تک کہ اِس کے پاؤں نہ ہوں گے یہ کھڑا نہ ہو سکے گا۔

قضا و قدر میں سائنس کا ہے پہلا دخل	یہیں سے دہریہ لوگوں کی بس پڑی بنیاد

نیز اے ملائکہ اگر یہ بغیر قدموں کے کھڑا بھی ہو گیا تو بہت جلد زمین پر گر جائیگا۔ اور خدا کی عبادت میں کاہلی اور سُستی کرے گا اور اِس کے جسم سے کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اِس کے سینے میں بائیں طرف ایک چھوٹا سا حجرہ (دل) ہے جس کا راستہ کہیں سے نظر نہیں آتا اور وہ بالکل بند ہے۔ معلوم نہیں اُس میں کیا پوشیدہ ہے۔ شاید لطیفۂ ربانی کا یہی مقام ہے اور اِسی کے سبب یہ پُتلا مُقرب خداوندی ہوگا۔ غرضکہ عزازیل آدمؑ کے پُتلے پر کھڑا

ہوا اپنی عقل آرائیاں کر رہا ہے جیسا کہ فلسفی ہوا میں گھونسے مارتے ہیں جن کو ملائکہ سن رہے ہیں۔ اور آدمؑ کی طرف سے کسی قدر رشک کو اپنے دلوں میں جگہ دے رہے ہیں۔

نظم

پڑ رہی ہے نکتہ چینی کی بنا	رشک کی پس ہو رہی ہے ابتدا
نکتہ چیں جو ہیں وہ اس کو سن رکھیں	رشک کو دل میں جگہ ہرگز نہ دیں
نکتہ چینی ہے خدا کو ناپسند	رشک کو مولا نہیں کرتا پسند
نکتہ چینی کا نتیجہ ہے برا	رشک سے بیزار ہے بیشک خدا
نکتہ چینی اپنے حق میں ہے وبال	رشک سے ہوتا ہے آخر انفعال

فرشتوں کا رشک

آدمؑ کے پتلے کو دیکھ دیکھ کر فرشتے تعجب کرتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ معلوم نہیں خداوند عالم یہ کیا چیز پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اُن کے دلوں میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ اُسی وقت عرشِ معلےٰ سے ندا ہوئی۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی اے ملائکہ! زمین پر میں اپنا ایک نائب پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ فرشتوں نے جب یہ ارشادِ خداوندی سُنا تو وہ از روئے رشک یہ کہنے لگے۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا یعنی اے خدا اے بے نیاز! کیا آپ ایسے کو پیدا کرنا چاہتے ہیں جو زمین کو فساد اور خونریزی سے بھر دے گا۔ حالانکہ ہم جماعتِ ملائکہ آپ کی تسبیح و تحلیل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ وہاں سے جواب ملا اِنِّیْ اَعْلَمُ

(پ ۱ - سورۃ بقرہ - ع ۴)

ہیں

مَالَا تَعْلَمُوْنَ یعنی آدمؑ کے پیدا کرنے میں جو جو حکمتیں ہیں۔ اُن سے تم واقف نہیں بلکہ ہم ہی خوب جانتے ہیں؛ ملائکہ یہ جواب سُنکر سخت پشیمان اور نادم ہوئے اور اپنے اعتراض پر رونے لگے اور اُس کے غصہ سے ڈر کر اُس کی حضوری میں توبہ اور استغفار کرنے لگے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم فرمایا اور اُن کے اِس کہنے کو معاف فرمادیا۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ جب کوئی شخص اولادِ آدمؑ میں سے نیک کام کرتا ہے تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی سرکارِ عالیجاہ سے یہ خطاب ہوتا ہے یَامَلَائِکَتِیْ اے میرے فرشتو! اسی کو تم نے کہا تھا۔ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا یعنی ایسے کو پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد اور خونریزی کرے گا۔ فرشتو! ذرا دیکھنا یہ میرا بندہ فساد اور خونریزی کر رہا ہے؛ یہ سنکر فرشتے سخت نادم اور محجوب ہوتے ہیں اور مولائے کریم نیکیاں کرنے والوں سے بیحد خوشنود ہوتا ہے۔

نظم

کیسی مولا کو پسند آئیں ہماری نیکیاں
فخر کرتا ہے فرشتوں سے خداوندِ کریم
حیف لیکن ہم سے اور نیکی سے اب کیا واسطا
آج صحبت نیک لوگوں کی ہے اپنی کسرِ شان
قدرداں جن کا ہے مولا اُنکے ہم نا قدر ہیں

کسقدر نیکوں سے راضی ہوتے ہیں اللہ میاں
کسقدر نیکوں پہ ہے مولا ترا لطفِ عمیم
رات دن ہے اور ہم کو معصیت سے مشغلہ
سب سے اُلفت ہے مگر نیکوں سے ملنے کی ہے آن
غور کیجئے آپ اپنے دلمیں کیا کہتا ہوں میں

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَیَہٗ یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ ساری دُنیا ملعون ہے۔ اور جو کچھ دُنیا و مافیہا میں ہے اُن سب پر اللہ کی لعنت بڑی ہے لیکن خدا کا ذکر اور خدا کی یادگاری کرنے والے اِس سے محفوظ ہیں۔ نہیں بلکہ

اُن پر اللہ کی رحمت برستی ہے اور اُنہیں کی نسبت خداوندِ کریم فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔

نظم

قدرداں مولا کے قربان جائیے	ہے بہت کم جس قدر شرمائیے
نیکیوں سے خوش کرو دیکھو اُسے	قدرداں بس ایک ہی جانو اُسے
جو فرشتوں سے بزرگی ہم کو دے	دوزخی ہے اُس سے جو ناخوش رہے

پتلے میں جان پڑی

جب آدمؑ کا پتلا تیار ہو گیا تو رُوح کو ندا ہوئی کہ آدمؑ کے پتلے میں داخل ہو! پس رُوحِ آدمؑ نے آکر آدمؑ کے پتلے کو غور سے دیکھا تو اُس میں باریک سوراخ اور اندھیرا نظر آیا جس سے گھبرا گئی اور کہا کہ خداوندا! اس اندھیرے میں داخل ہونے سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مجھے معافی دی جائے۔ دوبارہ ارشاد ہوا کہ اے روح اِس قالب میں داخل ہو! روح پھر اُس سیاہ مٹی کے پتلے کو بغور دیکھکر ڈری اور اُس میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ تیسری مرتبہ پھر حکم الٰہی ہوا کہ اے روح روتی ہوئی اِس قالب میں داخل ہو! اور پھر روتی ہوئی اس میں سے نکل۔ اب تو رُوح حکمِ قہاری سے ڈر کر روتی ہوئی آدمؑ کے پتلے میں ناک کے سُوراخوں میں سے داخل ہوئی۔ یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر رُوح اُس روز آدمؑ کے قالب میں خوشی اور حکمِ اول ہی میں داخل ہو جاتی تو آدم اور اولادِ آدم کی نزع بھی بہت آسان ہوتی اور رضا و محبت کے ساتھ روح قالب سے جدا ہوتی۔ مگر افسوس کہ روح نے سب کو غم میں ڈال دیا۔

غرضکہ تیسری مرتبہ روح قالب میں داخل ہوگئی اور ناک کے نتھنوں سے داخل ہو کر دماغ تک پہنچی کہ آدمؑ کو چھینک آئی۔ اُسی وقت آدمؑ کو اللہ پاک کی طرف سے الہام ہوا کہ اِس چھینک کے جواب میں الحمدللہ کہو۔ پس آدم نے چھینک لیتے ہی الحمدللہ کہا جس کے جواب میں عرشِ معلیٰ سے یَرحَمُکَ اللہ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے گا جواب آیا۔ نیز بیہقی نے کتابُ الاسماءِ والصفات میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب روح حضرت آدمؑ کی کمر تک پہنچی تو وہ فوراً ہی کھڑے ہونے لگے لیکن چونکہ ابھی پچھلا حصہ مٹی کا تھا اس لئے فوراً ہی گر پڑے اُسوقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ یعنی انسان بڑا جلد باز ہے۔ پھر رفتہ رفتہ روحِ آدمؑ تمام پُتلۂ آدم میں سرائیت کر گئی۔ نیز اُس پُتلۂ خاکی میں سر سے لے کر پاؤں تک جہاں روح پہونچ رہی تھی وہ سیاہ پُتلا چودھویں رات کا چاند بنتا چلا جا رہا تھا۔ پھر جب آدمؑ نمونۂ حسن و جمال بنکر بیٹھے تو سب سے پہلے اُن کی نظر جس شے پر پڑی ہے وہ عرشِ الٰہی تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ۔ آدمؑ نے دیکھکر سب سے پہلے کلمۂ طیبہ پڑھا اور پھر از راہِ تعجب دریافت کیا کہ اے میرے خالق و مالک یہ آپ کے نام کے ساتھ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ کس کا نام ہے؟ ارشاد عالی ہوا کہ اے آدمؑ ہم تمہاری اولاد میں بہت سے پیغمبر اور نبی پیدا کریں گے جن میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کو ہم تمام اولادِ آدم کا سردار بنائیں گے۔ چنانچہ اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر سے نہیں کہتا ہوں۔

نظم

خوش نصیبی اُمتِ مرحوم کی
کیا عطا اِن کو ہوئے پیارے نبی
سیدِ عالم ہمیں بخشے گئے!
وہ ہمارے اور ہم اُن کے ہوئے
بخشوائیں گے ہمیں وہ بالیقیں
کیونکہ ہیں محبوبِ ربُّ العالمیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط

پھر ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ تم ہماری ایک نافرمانی کروگے تو ہم اپنے اُس پاک بندے کے طفیل تم پر رحم فرمائیں گے۔ یہ سنکر آدمؑ کے دل میں سخت اندیشہ اور رنج وملال پیدا ہوا ہی تھا کہ اُسی وقت حکمِ ایزدی حضرت جبرئیل کے نام صادر ہوا کہ ہمارے بندے آدمؑ کے پاس جاؤ اور اُس کا قلب چاک کر کے نصف اس کے دل سے نکال ڈالو' ورنہ اس غم میں وہ ہلاک ہو جائیگا۔

کھُلتے ہی آنکھ غم نظر آیا
جو بنا تھی وہی ظہور ہوا

چنانچہ اُسی وقت جبرئیل آئے اور ٹھنڈے ہاتھوں حضرت آدمؑ کا سینہ چاک کیا۔ اور آدھا کلیجہ یا اندیشہ نکال کر بہشت میں لے گئے۔ اور وہاں کی زمین میں اُسے دفن کر دیا جس سے گیہوں کا درخت پیدا ہوا اور انجام کار وہی گیہوں آدمؑ کی ذلت کا باعث ہوا۔ پس آدھا اندیشہ وہاں اُگا اور آدھا آدمؑ کے سینے میں باقی رہا۔ جس سے انسان کا نفسِ امارہ پیدا ہوا جو قیامت تک کے لئے اولادِ آدمؑ کے رنج والم اور پشیمانی کا باعث ہوا القصہ جب آدمؑ کے قالب میں روح نے قرار پکڑا تو ساتھ ہی اُس کے ربُّ العزت کی جدائی سے گھبرانے لگی اور چاہا کہ قلب سے نکل کر اصلی آشیانہ کی طرف پرواز کر جائے کہ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے روحِ آدمؑ کو مع قالب کے اس طرح بہلانا شروع کیا جیسے بچوں کو بہلاتے ہیں یعنی یہ

کر آسمانوں کی سیر کرائی کہیں جنت میں داخل کر کے وہاں سے مسرور کیا۔ مزید براں یہ کہ ہر وقت اپنا سلام و پیام فرما کر شاد کیا۔ یہاں تک کہ آدم کو ساری جنت کا مالک یا بادشاہ بنادیا گیا اور اب آدمؑ جنت کے بادشاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے بیحد انعام و اکرام حاصل کرنے لگے۔

نظم

خاک سے افلاک تو نے کر دیا	واہ کیا کہنا ہے اے رَبُّ العُلےٰ
سڑ رہی تھی جو ابھی مٹی تمام	ساری جنت اُسکی بس کر دی غلام
ڈھیر کالی راکھ کا تھا جو ابھی	اسکی یہ صورت بنادی چاندی
کسقدر ہے قادر و خلاق تُو	ہیچ ہے تیرے سوا سب جستجو
تُو ہی تو مطلوب ہو ہر نفس کا	تُو ہی تو محبُوب ہو ہر نفس کا

تعلیمِ آدمؑ

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّھَا یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ پھر ہم نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اُس کی تفصیل اور تشریح کتب احادیث و تفاسیر میں اِس طرح مرقوم ہے کہ حضرت آدمؑ کو اللہ پاک نے تمام ملائکہ اور تمام جنات اور ساری مخلوقات سے بہت کچھ زیادہ بزرگی اور عزت دینے کے لئے ازل سے ابد تک تمام چیزوں کے نام اور جملہ اشیار کا علم محض اپنے الہام سے آدمؑ کے سینے میں اتار دیا اور عرش سے فرش تک کُل چیزیں اُنکے سامنے کر کے اُن کے نام بتادیئے ثُمَّ عَرَضَھُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَۃِ یعنے پھر دی تمام عالم کی

(پ۱۔ البقرۃ۔ آیۃ ۳۱)

چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں اور فرمایا۔ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ یعنے اے ملائکہ تم اگر اپنے علم کے دعوے میں سچے ہو تو اِن چیزوں کے نام بتاؤ! وہاں سوائے آدمؑ کے فرشتوں کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ان چیزوں کے کیا کیا نام ہیں۔ بھلا کچھ ٹھکانا ہے. چودہ طبق کی کل کائنات فرشتوں کے سامنے پیش ہے اور اُن کے نام اُن غریبوں سے دریافت ہو رہے ہیں یہ کیوں؟ یہ صرف آدمؑ کا اعزاز بڑھانے کے لئے چنانچہ اِس عظیم سوال پر چودہ طبق کے فرشتے عاجز ہوئے اور سب نے انکساری سے عرض کیا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یعنے خداوندا! تیری ذات پاک خوب واقف ہے کہ ہم اِن چیزوں کے نام مطلق نہیں جانتے۔ مولا ہمیں تو بس وہی علم ہے جو تُو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے یعنے ذکرِ خدا اور تسبیحِ الٰہی اور فی الحقیقت تُو ہی سب چیزوں کا جاننے والا ہے اور بڑا حکمت والا ہے جب اُن فرشتوں سے جنہوں نے آدمؑ کا پُتلہ بنتے وقت یہ کہا تھا کہ آپ ایسے شخص کو پیدا کرتے ہیں جو زمین پر فساد اور خونریزی کرے گا اظہارِ عاجزی و انکساری کرا لیا تو اب روئے سخن آدمؑ کی طرف ہوا اور فرمایا یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ یعنے اے آدمؑ! ازل سے ابد تک اور عرش سے فرش تک جملہ اشیاء کے نام اِن فرشتوں کو سُنا دو! فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ یعنے آدمؑ نے جو اُس وقت ایک یاقوت سُرخ کے منبر پر جلوہ افروز تھے، تمام چیزوں کے نام مثل دریا کی رَو کے بتانے شروع کر دیئے اور چودہ طبق کی تمام اشیاء کے نام بتا دیئے. اب تو فرشتے ششدر اور حیران ہیں اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ یہ وہی سیاہ مٹی کا پُتلا ہے جو ابھی ابھی حجازِ عرب کی زمین پر پڑا تھا۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے کتنا زبردست علم عطا فرما دیا۔ ملائکہ اِدھر حیرت میں رہ گئے اُدھر ارشادِ عالی ہوا: یَامَلٰٓئِكَتِیْ!

ترجمہ ۲

(پ ۱۔ البقرۃ ۴)

ترجمہ

ترجمہ

اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنے اے میرے فرشتو! کیا میں نے پیدائش آدمؑ کے وقت تم سے نہ کہا تھا کہ اپنے چودہ طبق کے اسرار اور بھید میں ہی خوب جانتا ہوں۔ اور میرا علم چودہ طبق پر حاوی ہے پس فرشتوں کے دلوں میں آدمؑ کی عزت اِس درجہ ہوئی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور آدمؑ کا علم اُن کے حسن وجمال سے بھی کہیں مافوق ہوگیا۔

نظم

علم ایسی چیز ہے اے ناظریں　　جس کی ثانی دوسری عزت نہیں
علم کی عزت ہے خود اپنی مثال　　علم سے بڑھ کر نہیں کوئی کمال
علم اشیائے سے یہ عزت یہ وقار　　علم مولا سے نہ ہو کیوں بے شمار
علم ہو یا حُبِ اہلِ علم ہو　　دو ہی چیزیں بھائی ہیں اللہ کو
جہل سے نفرت ہے اُس کو بالیقیں　　آج جس کی ہم کو کچھ پروا نہیں
علم کا اور جہل کا یہ ہے مزا　　ایک ڈاکو دوسرا ہے رہنما
جہل ہے انسان کی حق میں کنواں　　علم ہے انسان کی روحِ رواں
علم کا تو شوق دے اے ذوالجلال　　آگیا ہے جہل سے ہم پر زوال
ڈوبے جاتے ہیں جہالت کے سبب　　اور ہوئے جاتے ہیں بدخو بے ادب
طعنہ زن قدرت پہ ہم ہونے لگے　　اپنے حق میں خار ہم بونے لگے
جہل نے برباد ہم کو کر دیا　　علم کی توفیق دے ربُ العُلا

علم کے اسرار

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سورۂ بقر کی تفسیر میں لکھتے ہیں

کہ علمار وحکمار نے علم کی فضیلت میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ امام وفقیہ ابواللیث ثمرقندی فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن کا علم کی مجلس میں حاضر ہونا سات کرامتوں اور سات فضیلتوں کا موجب ہوتا ہے

(۱) طالب علموں کے زمرے میں لکھا جاتا ہے۔

(۲) جب تک اُس مجلس میں بیٹھا رہے گا یقیناً گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

(۳) جب کوئی شخص علم کی باتیں سننے یا معلوم کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو جو ثواب عالموں کے لیے عقبیٰ میں رکھا ہوا ہے اُس میں وہ بھی داخل ہو جاتا ہے

(۴) مجلسِ علم پر جو رحمتِ الٰہی برستی ہے اُس میں وہ بھی شامل رہتا ہے۔

(۵) جب تک آدمی علم یا علم کی باتیں سُنتا ہے اُس کا ایک ایک سانس عبادت میں لکھا جاتا ہے۔

(۶) انسان جب کوئی مشکل مسئلہ یا کوئی علم کی مشکل بات سُنتا ہے اور وہ اُس کے سمجھنے میں کوئی کوفت اُٹھاتا ہے تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۷) علم کی عزت اور جہالت کی ذلت اُس کے دِل پر بڑا اثر کرتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اُسے علم سے محبت اور جہل سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ اللہ ربُ العزت کا ارشاد ہے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں عقلِ سلیم (اور علم) دیتے ہیں۔ اور جس کو عقلِ سلیم عطا ہو گئی اُس کو بڑی بھلائی حاصل ہو گئی۔

(پ۳ سورۃ البقرۃ ع ۵)

حضرت علیؓ کی روایت

جنابِ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لوگو! مال و دولت کے

مقابلہ میں علم و حکمت کو سات وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ اوّل یہ کہ علم و حکمت پیغمبروں کی میراث ہے۔ دوسرے یہ کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہوتا ہے اور مال و دولت خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ختم ہو جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مال و دولت کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ انسان اُس کی حفاظت و نگہبانی کرے اور علم ہر وقت انسان کی خود نگہبانی کرتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جب انسان مرتا ہے تو مال و دولت یہیں چھوٹ جاتا ہے علم اپنے رفیق کو اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ پانچویں یہ کہ مال و دولت کی نعمت میں مسلمان اور کافر سب شامل ہیں اور علم و ایمان صرف مومن اور مسلمان کا حصہ ہے اور چھٹے یہ کہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کو دینی معاملے میں عالم کی ضرورت نہ ہو۔ ساتویں یہ کہ علم پلصراط پر گذرنے کے وقت اُسے قوت دیگا اور مال و دولت اُسے بوجھل اور ضعیف کر دے گا

نظم

علم و دولت کو اگر تولیں گے آپ	بات خود انصاف کی کہدینگے آپ
ایک باٹو شاہی ہے اور لکھ پتی	دوسرے نے راہ علمی طے کری
بات کیجئے اس سے بھی اور اُس سے بھی	آپ خود کہہ دیں گے امر واقعی

آدم علیہ السلام کو اُن کے علم نے مسجودِ ملائک بنایا۔ حضرت خضرؑ کو اُن کے علم نے موسیٰ کلیم اللہ جیسے اولوالعزم پیغمبر کا استاد بنایا۔ حضرت یوسفؑ کو اُن کے علم نے ملکِ مصر کی بادشاہی دی۔ حضرت سلیمانؑ کو اُن کے علم نے جنات پر حکومت کرائی۔ حضرت عیسیٰؑ کو اُن کے علم نے ایک بڑی تہمت سے بری کرایا۔ نیز جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنکے علم نے تمام گنہگاروں کی شفاعت دلوائی ہے

یا الٰہی علم کا تو شوق دے	نعمتیں ما فوق سے ما فوق دے

ایک عجیب حکایت

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص کسی ذریعہ سے بادشاہِ وقت کی سرکار میں پہونچا اور وہاں پہونچ کر التماس کی کہ بادشاہ کے کرم اور مہربانی سے مجھے توقع ہے کہ میں بھی دوسرے معززین و مصاحبین کی مانند بادشاہ کی حضوری میں حاضر رہنے کی خدمت پر مامور کیا جاؤں! چنانچہ بادشاہ نے سائل کی درخواست منظور فرمائی مگر ساتھ ہی اس کے ایک شرط یہ لگادی کہ پہلے تم علم حاصل کرلو پھر یقینی ہمارے مصاحب ہو۔ اور یہ اس لئے کہ بغیر علم کے کوئی شخص ہماری مصاحبت نہیں کرسکتا۔ سائل وہاں سے اٹھ کر سیدھا امام غزالیؒ کی خدمت میں برائے تحصیل علم حاضر ہوا اور نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ تحصیلِ علم میں مصروف ہوگیا۔ پس جب وہ پڑھ لکھکر اچھا عالم ہوگیا تو ساتھ ہی ساتھ اِس کے اُسے بادشاہ کی مصاحبت کے مصائب اور مشکلات بھی علم کی روشنی میں اچھی طرح دکھائی دینے لگیں۔ پھر ایک عرصہ کے بعد بادشاہِ وقت نے خود اُسے طلب کیا تو اب یہ شخص طوعاً و کرہاً دربارِ شاہی میں گیا۔ بادشاہ نے اُس کا امتحان لیکر فرمایا کہ ہاں اب تم اِس قابل ہوگئے ہو کہ ہماری مصاحبت میں رہو یہ سُنکر وہ شخص کہتا ہے کہ حضور! جب میں آپ کی خدمت کے قابل تھا تو آپ نے مجھے منظور نہیں کیا اور اب جبکہ علم حاصل کرکے میں اللہ تعالیٰ کی خدمت کے قابل ہوگیا ہوں تو آپ کی مصاحبت مجھے منظور نہیں۔

نظم

علم ہو اور پھر ہو دانے کی طلب		انتہو ہے اعلیٰ سے اعلیٰ کی طلب

علم سے ہر شے کی ماہیت کھلی	سب دکھائی دے گئی اچھی بری
راحتیں اور آفتیں سب کھل گئیں	کوئی شے اب مجھ سے پوشیدہ نہیں
ذرے سے افلاک تک ہے سب عیاں	علم نے دکھلا دیئے دونوں جہاں
جب یہ صورت ہو تو پھر اے بادشاہ	کیوں نہ ہو مطلوب وہ ربّ الٰہ
جس کی ہر ہر چیز ہے لونڈی غلام	جزو وکل ہے جس کے قبضے میں تمام
دو جہاں کی ایک جو سرکار ہے	اُس کی صحبت اب تو بس درکار ہے

فرشتوں کا سجدہ

جب حضرتِ آدمؑ کی شانِ علمی تمام جنّات وملائکہ پر آشکارا اور ظاہر ہو گئی تو اب آدم علیہ السلام کا اعزاز اور بڑھتا ہے یعنے یہ کہ فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ آدمؑ کے لئے سونیکا ایک تخت تیار کریں۔ چنانچہ اُسی وقت اِس شان وشوکت کا ایک تخت تیار ہوا جس کے تین سو پائے تو یاقوتِ سُرخ کے تھے اور دوسری تیاری کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ پھر حضرتِ آدمؑ کو جنّت کی شہنشاہی کا وہ لباسِ فاخرہ اور جنّت کے وہ ریشمی حُلّے پہنائے گئے جس کی خوبی کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اور پھر جنت کے جواہرات اور مرصّع کاری کے زیور زیبِ تن کیئے گئے۔ اور جنت کا تاج سر پر رکھا گیا۔ اور پھر اُس تخت پر بٹھایا گیا۔ اُس وقت آدمؑ کا حُسن وجمال۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر تختِ شاہی پر بیٹھ کر جب آپ جوشِ مسرت میں آ کر مسکرائے ہیں تو جنت میں ایک دن نکل آیا اور فرشتے محوِ حیرت اور ششدر رہ گئے۔ پھر حکمِ خداوندی ہوا کہ آدمؑ کا تخت فرشتے اپنے کندھوں پر اُٹھائیں اور آدم کو ساتوں آسمانوں کی سیر کراتے ہوئے عرشِ معلّٰی

کے قریب تخت کو لا کر رکھدیں چنانچہ فرشتوں نے ایسا ہی کیا یعنے ساتوں آسمانوں میں آپ کا جلوس نکالا اور پھر عرشِ معلّٰے کے قریب آپ کا تختِ زرین لا کر رکھا۔ اور اب چودہ طبق کے فرشتوں کو آدمؑ کی زیارت کا حکم آیا۔ جب تمام ملائکہ وہاں حاضر ہو گئے تو جمیع ملائکہ کو حکمِ الٰہی ہوا۔ اے ملائکہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنے اے میرے مطیع و فرمانبردار فرشتو! آدمؑ کو سجدہ کرو۔ چنانچہ یہ حکمِ الٰہی سنتے ہی یہاں سے وہاں تک تمام فرشتے حضرت آدمؑ کے سامنے گر گئے۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے حکمِ الٰہی سُنکر سجدے میں جو گرے ہیں وہ حضرت جبرائیلؑ ہیں جن کو سب سے اعلیٰ خدمت اللہ تعالیٰ کی جانب سے مرحمت ہوئی یعنے آپ کو وحی کا کام اور اپنا امین بنایا۔ اور پھر میکائیلؑ سجدے میں گئے جن کو اس صلے میں بارانِ رحمت کا کام عطا ہوا۔ پھر اسرافیلؑ سجدے میں گئے جن کو اِس صلے میں نفخِ صور کی خدمت تفویض ہوئی۔ پھر عزرائیلؑ سجدے میں جھکے جن کو اِس صلے میں تمام بندوں کو خدا سے ملانے کی خدمت دی گئی پھر تمام عالم کے فرشتے سجدے میں گئے جن کو اِس صلے میں معصومیت اور مقربین کا خطاب دیا گیا۔ آہ اُس وقت کا جوش و خروش جبکہ آدمؑ عرشِ معلّٰی کے نیچے جنّت کے تخت پر جلوہ افروز ہیں اور چودہ طبق کے فرشتے اُن کے سامنے سجدے میں پڑے ہیں۔

نظم

آہ اے آدمؑ ترا جاہ و جلال	آہ اے مٹی کے پتلے باکمال
سڑ رہی تھی کل تری مٹی کہیں	آج تیرا جز حمد ثانی نہیں
کل سمیٹی جا رہی تھی تیری خاک	آج کیسا بن گیا تو ذاتِ پاک

کل تری پُرسش نہ تھی اے خاکسار — آج تو کس شان پر ہے برقرار
کل تری مٹی تھی اور ملکِ مجاز — آج تو ہے اور عرشِ بے نیاز
دیکھکر یہ آج کا جاہ و جلال — ہو نہ جائے دیکھ تیرا غیر حال
بھول جائے تو نہ خالق کو کہیں — ہو نہ جائے گبر سے چیں بر جبیں
آ نہ جائے دل میں کچھ تیرے غرور — خاکساری سے نہو اصلا نفور
آج کی عزت سے اے مسند نشیں — آنیوالی کل کو تو بھولے نہیں
کل کی حالت دل میں ہو کل کا خیال — آج کا فانی ہے سب جاہ و جلال
تخت پر تو قبر کا کونہ نہ بھول — آتی جاتی روح کا رونا نہ بھول
تاج سر پر رکھ کے تُو اِترا نہ جا — بلکہ دل میں رکھ بہت خوفِ خدا
نفس کو اپنے نہ تو آزاد کر — نفسی نفسی کا زمانہ یاد کر
آج گو تو ہے سرِ افلاک ہے — خاک کا پُتلا ہے آخر خاک ہے
چوٹ لگتی ہے کلیجے پہ مُدیر — پڑتی ہے الوعظ سے دلمیں لکیر

عزازیل کی نافرمانی

تمام فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا اِلَّا اِبلیسُ مگر عزازیل جس کا لقب آج سے ابلیس ہوتا ہے اُس نے سجدہ نہیں کیا۔ اِس کے متعلق لکھا ہے کہ جب فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا تو پورے سو برس تک تمام ملائکہ سجدے میں پڑے رہے پھر جب انہوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عزازیل یعنے ابلیس حضرت آدمؑ کی طرف سے منہ موڑے اکڑا ہوا کھڑا ہے اور سارا منہ اُس کا سیاہ ہو رہا ہے جو آج سے پہلے نہایت خوبصورت تھا وہ آج ایک خوفناک دیو کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ابلیس کی یہ بُری حالت دیکھ کر

تمام ملائکہ خوفِ خداوندی سے پھر سجدے میں گرے جس میں اُنھوں نے اپنی اطاعت اور اپنی خیریت پر لاکھ لاکھ شکرِ خداوندی ادا کیا۔ یہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دو سجدے فرشتوں کے مولا کو پسند آئے اسی لئے اُس نے اپنے تمام بندوں پر نماز میں دو سجدے فرض کئے کہ ایک فرمانبرداری کا اور دوسرا فرمانبرداری کے ادا کرنے کے شکریہ کا۔

نظم

یہ ہے دو سجدوں میں نکتہ اور راز	جن سے خوش ہوتا ہے ربِّ بے نیاز
حیف جو سجدوں سے رہتے ہیں جُدا	مثلِ شیطاں اُن سے ناخوش ہے خدا
سجدۂ مولا سے جو بیزار ہیں	وہ ہی بس ابلیس ہیں فی النّار ہیں

جب دوبارہ تمام ملائکہ سجدے سے اُٹھے تو حضور ربُّ العُلا کا ارشاد ہوا۔ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ۝ یعنے اے ابلیس! آدمؑ کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا! اس سے کہ بنایا میں نے اُس کو اپنے ہاتھوں سے ابلیس تو نے غرور کیا تو نے اپنے آپ کو بڑا مرتبہ والا سمجھا! چنانچہ جواب میں ابلیس کہتا کیا ہے قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ۝ یعنے خداوندا! میں آدمؑ سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو خاک سے پھر میں آگ کا بنا ہوا خاک کے پُتلے کو کیوں سجدہ کروں۔

(پ ۲۳۔ ع ۱۱۔ سورہ ص)

کتبِ تفاسیر و تواریخ میں مرقوم ہے کہ ابلیس نے صرف اِس زعم میں یہ نافرمانی کی کہ آدمؑ کی اصل اعلیٰ اور افضل نہیں ہے یعنے مٹّی آدمؑ کی اصل ہے مگر ابلیس خاک کی بزرگی اور اُس کے صفات سے بالکل غافل رہا۔ اور اُس کی خوبیوں میں سے ایک خوبی بھی اُس کے ذہن میں نہ آئی اُسے یہ خبر نہ تھی کہ خاک میں بے انتہا

بُردباری کا مادّہ ہے جو عالَم کے بوجھ کو آسانی سے کھینچ سکے گی اور وہ باربرداری سے منہ نہ پھیرے گی۔ اور تمام جہان کو فائدہ پہنچائے گی جو کوئی اُس کے ساتھ جفا کرے گا۔ یہ اُس کے ساتھ وفا کرے گی اور جو کوئی اُس میں امانت رکھے گا یہ اُس میں خیانت نہ کرے گی بلکہ بہت کچھ بڑھا کر اُسے دیگی اور ہر حال میں فروتنی اور تواضع اور انکساری اُس کا شیوہ ہوگا۔ بخلاف اِس کے آگ کے صفات یہ ہیں کہ وہ آزاد ہے اور نقصان دہ ہے۔ گو بعض چیزوں کو اُس سے نفع ہے لیکن ضرر اور نقصان اِس کے بہت زیادہ ہیں۔ خاک اپنی انکساری کے سبب نیچے جانا چاہتی ہے اور آگ آزادی کے سبب اونچا ہونا چاہتی ہے۔ امانت میں خیانت کرتی ہے اور ہر شے کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

نظم

آگ سے مٹی کا کیا رتبہ بڑھا
بڑھ گئے آتش سے مٹی کے صِفات
گو ہیں دونوں میں بہت اچھے بُرے
خاک کو افلاک پر پہنچا دیا
جلوہ گر جس چیز میں ہو جائے تو

جن سے بس انسان بازی لے گیا
ہو گئے انسان سے جنات مات
لیکن اُس کا فضل ہے وہ جسکو دے
تیرے قرباں جایئے ربُّ العُلا
آبرو کہلائے اُس کی آبرو

شیطان کا ملعون ہونا

جب ابلیس نے ازروئے غرور و تکبر آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اسی وقت ارشادِ عالی ہوا۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ یعنے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ابلیس! آسمانوں سے نکل تو راندہ

(الحجر۔ آیت ۳۵-۳۴)

درگاہ ہوگیا اور آج سے قیامت تک تجھ پر میری لعنت برسے گی۔ اور لوح محفوظ پر جو تُو شیطانِ الرجیم لکھا ہوا دیکھا کرتا تھا اور جس پر تو نے ایک ہزار برس تک لعنت کی ہے وہ تُو ہی مردود ہے۔ چنانچہ یہ حکم ہوتے ہی ابلیس کا تمام لباسِ بزرگی وکرامت اُتار لیا گیا اور اُس کو لعنت و پھٹکار کا جامہ پہنا دیا گیا اور ملعون کرکے مقامِ قرب سے نکال دیا گیا۔ پھر سب سے پہلے حضرتِ جبرئیلؑ نے اُس پر لعنت کی پھر میکائیلؑ نے پھر اسرافیلؑ نے پھر تمام ملائکہ نے اُس پر لعنت کا مینہ برسایا۔ لکھا ہے کہ شیطان کا حُسن وجمال ملائکہ سے اچھا اور بہت اچھا تھا۔ اُس کے بازوؤں میں جو پر تھے وہ یاقوتِ سُرخ اور زمرّدِ سبز کے تھے اور نہایت نُورانی صورت تھی۔ مگر آج غرور ونافرمانی کے سبب ایسی صورت ہوگئی کہ جو دیکھتا تھا وہ اُس پر لعنت ملامت کرتا تھا۔ اِس کے بعد فرشتوں نے اُس کے پَر نوچے اور آسمان سے زمین پر پھینکنا چاہا تو نہایت واویلا کرتے ہوئے ابلیس نے حضورِ ربُّ العزت میں عرض کیا۔ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ٥ یعنے خداوندا اگر تُو اپنی حضوری سے مجھے نکالتا اور راندۂ درگاہ کرتا ہے تو کم از کم ایک مہلت مجھے ضرور دی جائے۔ وہ یہ کہ میں قیامت تک زندہ رہوں، چونکہ اُس کی درگاہ میں سائل کا سوال پورا کیا جاتا ہے سائل کو نہیں دیکھا جاتا ہے کہ وہ نیک ہے یا بد ہے۔ اُسی وقت ارشاد ہوا۔ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ٥ یعنے اے ابلیس! ہم نے تجھے مہلت دی کہ اب تو قیامت تک زندہ رہے گا۔ پس جب قیامت تک زندہ رہنے کا اُسے پروانہ مِل گیا تو اب وہ فرشتوں کے دھکّے کھاتا اور یہ کہتا ہوا نکلا: فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ٥ یعنے مولا! مجھے بھی قسم ہے تیری عزّت وجلال کی میں بھی تمام اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا اور ہر ہر طرح سے اُن کو بہکاؤں گا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ٥ مگر تیرے خالص بندے میرے

پ۲۳ ع۱۵
پ۲۳ ع۱۷
پ۲۳ ع۱۸
پ۲۳ ع۱۹

قبضے کے نہیں ہوں گے ۔ جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلیس کو یہ ملا فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ یعنے میں سچا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ میں بھی تجھ سے اور تیرے سب تابعداروں سے جہنم کو لبریز کردوں گا۔ اس کے بعد ملائکہ نے ابلیس لعین کو پکڑا اور آسمانوں سے کھینچتے ہوئے اُسے زمین پر لائے اور ایک ذخار سمندر میں اُسے ڈبو دیا جہاں سالہا سال وہ اُس میں ڈوبا رہا۔ پھر جب اُس لعین نے سمندر میں سے اپنا منہ نکالا تو چہرہ اُس کا سیاہ جھلسا ہوا۔ اور آنکھیں نیلی ڈراونی۔ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ۔ لکھا ہے کہ ابلیس کی اُس دن سے ایسی خوفناک صورت کردی گئی کہ جو کوئی اُسے اصلی صورت میں دیکھ لے تو مارے دہشت کے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے اور اسی وقت مرجائے۔

نظم

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

تکبر سے مسلم کو کیا واسطہ
کہ ابلیس جس شے سے راندہ گیا

تکبر سے مومن کو کیا کام ہے
کہ ابلیس کا یہ بدانجام ہے

تکبر سے کیا کلمہ گو کو غرض
کہ ابلیس کا ہے یہ گندہ مرض

تکبر سے عالم کو کیا مدعا
عزازیل جس شے سے ملعون ہوا

تکبر سے کیا کام درویش کو
دیا جس نے ابلیس کو بس ڈبو

تکبر ہو کیوں دل میں سی جا کے
وہ اعزاز ابلیس کو دیکھ لے

تکبر نہ ہو سلطنت پر کبھی
کہ ابلیس کی تھی حکومت بڑی

تکبر سے بچتا رہے ہر بشر
کہ شیطاں ہوا اس سے زیر و زبر

ع ۱۹ ، ۱۹ یق

آدمؑ کا جلوس

تفسیر کبیر و معالم میں مرقوم ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں کو حکم ہوا کہ انہیں عظیم الشّان جلوس کے ساتھ آسمانِ ہفتم سے جنت میں لے جاؤ۔ تو بموجب حکمِ ربّی حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ اس شان سے لے کر چلے۔ کہ اوّل آپ کے جسم پر ستّر حلّے ریشم کے پہنائے اور پھر تاج درخشاں آپ کے سر پر رکھا اور موتی و یاقوتِ سُرخ کی مُرصّع کاری کا کمر پٹکہ آپ کی کمر سے باندھا اور جنّت کے ایک بلند و بالا تختِ طلائی پر آپ کو بٹھایا اور تخت کو کندھوں پر رکھا اور سات ہزار فرشتے آپ کی اردلی میں داہنی طرف اور سات ہزار بائیں طرف اور سات ہزار آگے اور سات ہزار پیچھے اور بے تعداد فرشتے آپ پر صلوٰۃ و تحیات کے انمول موتی و جواہر نثار کرتے ہوئے لے کر چلے اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ حضرت آدم علیہ السّلام کا جلوس جنّت کی طرف روانہ ہوا۔ قدم قدم پر مقربین فرشتے آواز دیتے اور پکارتے ہیں کہ اے رضوانِ جنت! جنّت کے دروازے کھول اور جنّت کو انتہائی درجہ آراستہ و پیراستہ کر کہ آج آدم صفی اللہ و خلیفۃ اللہ تشریف لائے ہیں چنانچہ فرشتوں کی آوازوں پر رضوان نے جنّت کا دروازہ کھولا اور لکھوکھا فرشتوں کی مدد سے . . . جنّت کو آراستہ و پیراستہ کر کے خود آپ کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ کہ اتنے میں آدم صفی اللہ کی سواری یا جلوس جنت کے دروازے پر آپہنچا۔ جہاں رضوانِ جنّت نے بڑے تپاک سے آپ کا استقبال کیا اور پھر خود اُس ذی شان جلوس کے ساتھ یعنے حضرت آدم علیہ السلام کو لے کر جنّت میں داخل ہوا۔ جب حضرت آدم صفی اللہ جنّت میں

پہونچ گئے تو آدمؑ کے نام حکمِ خداوندی آیا کہ اے آدمؑ! ہم نے تم کو اپنی قدرت کے ہاتھوں پیدا کیا اور تمہارا مٹی کا قالب بنا کر اُس میں اپنی خاص رُوح دَم کی۔ اب بہشت میں تم نہایت سرور و شادمانی کے ساتھ رہو اور جنّت کی ہمہ نعمتوں سے بہ آرام تمام لذّتیں حاصل کرو! مگر مجھسے ایک عہد کرو اور اُس پر پابند رہنے کا پُورا پُورا خیال رکھو! آدمؑ نے جنّت میں داخل ہونے اور جنّت کی ہمہ نعمتیں ملجانے کا ہزار ہزار شکریۂ الٰہی ادا کیا اور پھر تعجب کے ساتھ یہ دریافت کیا کہ اے میرے خالق و مالک! وہ کونسا عہد ہے جس کا مجھے پابند ہونا ضروری ہے؟ ارشاد عالی ہوا اے آدمؑ! شیطان کا کہنا نہ ماننا اور وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنے اس قسم کا جو گیہوں کا درخت ہے اُس کے قریب بھی نہ جانا! چنانچہ آدمؑ نے اُسی وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کیا اور اپنے اِس عہد پر فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اور پھر آدمؑ بہ آرام تمام جنّت میں رہنے سہنے لگے۔ اِس کے بعد تمام جنّت کی سیر میں مشغول ہوئے چنانچہ ایک ایک جنّتی فرزند کے محلات و باغات آپ کو دکھائے اور بتائے گئے پھر آپ وہاں کی لامحدود نعمتوں سے مالامال ہو کر نہایت خوشحالی میں گذارنے لگے۔ ہزارہا قسم کے میوے نوش کرتے ہیں، رنگ برنگ کی نہروں سے مزیدار اور لذیذ پانی پیتے ہیں اور عجیب سرور کے عالم میں ہیں مگر بمقتضائے بشریّت وہاں کوئی اپنا ہمجنس انسان نہ دکھائی دینے سے آپ کا دِل اُداس ہے اور وہ باغِ بہشت میں باغ باغ نہیں ہوتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کو اپنے کسی مونس و ہمجنس کی تلاش ہے اور ہمجنس یعنی انسان کی ازبس ضرورت ہے۔

نظم

مونس و ہمدم کے وہ طالب رہے	اور تنہائی سے بس گھبرا گئے

نعمتیں سب ہیں مگر مونس نہیں	پاس ہی اپنا نہ کوئی ہم نشیں
دیکھتے ہیں ہر طرف مڑ مڑ کے بس	ہاں نہیں دکھلائی دیتا ایک کس
منہ سے کچھ کہتے نہیں انجان ہیں	دِل ہی دِل میں آپ بس حیران ہیں
رحم آیا آپ پر اُس ذات کو	جو ابھی دیتا ہے پتلی ساتھ کو

حوّا کی پیدائش

تفسیرِ کشاف میں لکھا ہے جنابِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمؑ کچھ ظاہر تو نہیں کر سکتے مگر دِل ہی دِل میں حیران ہیں اور آنکھیں ہر وقت اِس بات کی متلاشی اور جویاں ہیں کہ یہاں سوائے فرشتوں کے کوئی تو ہم جنس یا اپنا مونس دکھائی دے کہ اتنے میں خلافِ عادت آدمؑ کو نیند آگئی۔ حالانکہ جنت میں نیند کا کوئی کام نہیں۔ یہ صرف مولا کو پیارے آدمؑ سے پوشیدہ ایک کام لینا تھا جو وہ نیند بھیجکر آدمؑ سے لیتا ہے۔ غرضیکہ آدم علیہ السلام سو گئے۔ اور اُن کو بڑی غفلت کی نیند آگئی۔ پس آپ سوتے تھے کہ یکایک آپ کا بایاں پہلو یا بائیں پسلی شق ہوئی اور اُس میں سے بنی بنائی حضرت حوّا پیدا ہو گئیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اِس پیدائش کی ذرا تکلیف نہیں ہوئی اور نہ آپ کی آنکھ کھُلی بلکہ آپ اُسی طرح سوتے رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ حوّا کو آدمؑ جیسا حسین وجمیل اور خوبصورت پیدا کیا اور اُن کا قد و قامت اور اُن کی شکل وصورت بالکل حضرت آدمؑ کی مشابہہ اور اُن ہی جیسی تھی مگر کتنی باتوں میں فرق بھی ضرور تھا۔ یعنے ایک تو حضرتِ حوّا کا پوست بہت نرم اور نازک تھا۔ دوسرے رنگ بہت صاف وشفاف اور نکھرا ہوا تھا۔ تیسرے آواز بہت باریک اور مہین اور خوشتر تھی۔ چوتھے آنکھیں بہت زیادہ خوبصورت جن کی پتلیاں گہری

سیاہی مائے ہوئے تھیں۔ پانچویں ناک حضرت آدم سے چھوٹی اور نہایت سُبک تھی چھٹے حوّا کے دانت آپ سے کسی قدر چھوٹے اور سفید موتی سے تھے۔ ساتویں ہتھیلیاں آپ سے بہت زیادہ نرم اور ریشم سی تھیں۔ آٹھویں حوّا کے سر پر سات زلفیں تھیں جو یاقوت اور موتیوں کے ساتھ قدرتی طور سے مُرصّع تھیں جن میں سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی۔

غرضکہ آدمؑ سوتے ہیں اور یہ حُسن وجمال لئے ہوئے حضرت حوّا آپ کے پاس بیٹھی ہیں جو ٹکٹکی باندھے حضرت آدمؑ کو دیکھ رہی ہیں۔ اتنے میں حضرت آدمؑ کی آنکھ کھلی پس آنکھ کھلتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک پیاری کلیجے میں بٹھا لینے کے قابل اپنے پاس موجود ہے۔ لاکھ لاکھ حیرت وتعجب سے دیکھنے لگے۔ چنانچہ آدم حوّا کو اور حوّا آدم کو ششدر اور متحیّر دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہ تمام عالم میں پہلا وصال ہے جب دیکھتے دیکھتے حضرتِ آدم کو ذرا سکون ہوا تو فرمایا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اللہ! اللہ! حضرتِ حوّا نہایت حسین آواز میں فرماتی ہیں کہ: میں تمہارے بدن کا ایک ٹکڑا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا مونس بنانے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سُنکر آپ کو اور بھی محویت ہوئی اور اُسی وقت حضورِ ربّ لعزت میں عرض کیا یاربِّ اَیُّشَئٍ ھٰذا یعنے خداوندا! کیا چیز ہے یہ؟ کہ مجھکو اِس کے دیکھنے سے راحت وتسکین ہو رہی ہے۔ وہاں سے جواب ملا کہ اے آدمؑ! یہ میری لونڈی ہے اور تم میرے غلام ہو اے آدمؑ! میں نے تم کو مٹّی سے پیدا کیا اِس لئے تمہارا نام آدمؑ رکھا اور اِس کو حیوان یعنے تمہاری بائیں پسلی سے پیدا کیا اِس لئے اِس کا نام حوّا رکھا۔

نظم

دل کھنچے جاتے ہیں مقناطیس سے
کیا کشش کیا جذب دونوں کو دیا

واہ اے مولا کرشمے آپ کے
عشق گریا دل میں بس گھر کر گیا

رہ گیا ایک ایک کو تکتا ہوا	اور بس دونوں کو اک سکتا ہوا

نکاحِ آدمؑ و حوّا

پھر ارشادِ خداوندی ہوا کہ اے آدمؑ! ہم نے حوّا کو محض تمہارے لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے اُنسیت اور محبت ہو اور تم ہم سے اسکی خواستگاری کرو! چنانچہ آدمؑ نے اسی وقت اللہ پاک کی جناب میں حوّا کی طلب کا اظہار کیا اور ساتھ ہی اس کے عرض کیا کہ خداوندا جب میں پیدا ہوا تھا تو مجھے چھینک آئی تھی جس سے مجھے ایک طرح کی راحت کے صلے میں مجھ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہلوایا تھا اب جبکہ حوّا کو دیکھ کر میرے قلب کو بہت ہی کچھ راحت پہونچی اور اُس کی طلب کے لئے میرا دل خود بخود مائل ہوا پس اس کے صلے میں مجھے کیا عمل کرنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ میں اس نعمت کے صلے میں تم سے تین باتوں کا طالب ہوں۔ اوّل یہ کہ تم پرہیزگار اور نیک اعمال رہو۔ دوسرے یہ کہ حوّا کو احکامِ الٰہی سکھاؤ اور بتاؤ تیسرے ہمارے پیغمبر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو ۔

فرض آدمؑ پر ہوا کیا کیا بھلا	دیکھنا اور غور سے سُننا ذرا
سب سے پہلا فرض ہی اے مومنین	آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں
لیجیے سُنئے غور سے اور فکر سے	اک تعجب آئے گا اِس ذکر سے

فرض اوّل

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ یعنی اے اُمتی اے مردِ مومن! دیکھ خوفِ خدا یعنی پرہیزگاری اپنے اوپر لازم کر

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک اعمال لازمی طور سے اختیار کر کہ تقویٰ بڑی چیز ہے۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنے پرہیزگار صرف پرہیزگار ہی نہیں بلکہ وہ اولیاء اللہ ہیں اور وہی خدا کے دوست ہیں۔

نظم

دوست بن اللہ کا دشمن نہ بن	لے نہ اپنی جان پر رنج و محن
تو اگر ہو جائے گا پرہیزگار	اولیاء اللہ میں ہو گا شمار
تجھ سے وہ راضی رہیگا اُس سے تُو	دیکھ پھر دو جہاں کی آبرو

فرض دوم

مولائے کریم فرماتا ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا، یعنی ہمارے بندو! تم اپنے آپ کو اور اپنی عورتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاؤ! یعنی عورتوں کو احکامِ اسلامی سکھاؤ۔ جیساکہ اُن کا روٹی کپڑا تمہارے اوپر لازم ہے ویسے ہی احکام اسلامی اُن کو سکھانے تمہارے اوپر فرض ہیں۔ اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عورت ایک اور مرد تین کے حساب سے دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور ہر ایک جہنمی عورت تین مردوں کو جہنم میں ڈلوا کر پھر چوتھی خود جہنم میں جائے گی۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے روز ایک عورت حضورِ خداوندی میں پیش ہو گی جس سے اسلام اور اسلامی احکام بجا لانے کا سوال ہو گا۔ جواب میں وہ کہے گی کہ افسوس میرے باپ نے احکامِ اسلامی نہیں سکھلائے باپ کو بلایا جائے گا اور صرف اِس وجہ سے دوزخ میں بھیجنے کا حکم ہو گا کہ تو نے اپنی بیٹی کو احکام دینی کیوں نہیں سکھائے۔ پھر اُس کے بھائی کو بلایا جائے گا اور صرف اِس بنا پر اُس کو بھی جہنم میں بھیجنے کا حکم ہو گا کہ اپنی بہن کو تو نے احکام دینی کیوں نہیں سکھائے پھر اُس کا خاوند بلایا جائے گا اور صرف اِس لئے اُس کو بھی دوزخ میں بھیجنے کا حکم ملے گا کہ تو نے اپنی بیوی کو احکامِ الٰہی کیوں نہیں سکھائے! اللہ! اللہ! یہاں احکامِ الٰہی سکھانے

(روز محشر پڑھئے)

(بستان اولیاء پڑھئے)

تو ورکنار خود بھی نہیں معلوم کہ احکام الٰہی ہیں کیا کیا۔ یہاں تو پیسہ پیدا کرنا اور پیٹ پالنا یہی سیکھا ہے اور یہی اولاد کو سکھایا جاتا ہے۔ وَکُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ جو برتن میں بھرا ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔ اگر احکام الٰہی دل میں بھرے ہوئے ہوتے تو نہ صرف بیوی بچوں کے آگے بلکہ ہر ایک کے آگے وہی بیان ہوتے مگر وہاں تو تولنا اور ناپنا اور ہنڈی پرچہ اور آری بسولہ ہی دل میں ہے۔ یہی ہر وقت زبان پر۔ پھر اپنی عورت کو سکھائیں تو کیا سکھائیں ؎

نظم

دین کی باتیں سکھاؤ ان کو تم	راہِ اسلامی پہ لاؤ ان کو تم
عورتوں سے ہو نہ غفلت ایک دم	ہے یہ مردوں کا بڑا فرضِ اتم
پہلے خود سیکھیں سکھائیں اُن کو پھر	خود سُنیں پہلے سنائیں اُن کو پھر

فرضِ سوم

مولائے کریم فرماتا ہے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنی ہمارے حبیب محمد رسول اللہ پر درود پڑھا کرو! ہم نے چوبیس گھنٹے میں کوئی وقت مقرر کیا ہے کہ خدا کے حبیب پر ہم اُس وقت درود خوانی کرتے ہوں! وہ رسولِ پاک جو ہم کو جنّت میں لیکر داخل ہوں گے اور ہمارے گناہوں کی شفاعت کریں گے۔ افسوس کہ ان پر درود بھیجنے کا کوئی وقت بھی ہم تجویز نہ کریں۔ شرم! شرم!! (درودِ مقدس پڑھیے)

(پ ۲۲۔ الاحزاب ع ۷)

جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے رات دن میں کسی وقت بھی مجھ پر درود نہیں پڑھا اُس نے مجھ پر بخل کیا اور اَلْبَخِیْلُ عَدُوُّ اللہِ یعنی بخیل اللہ کا دشمن ہے۔ (سخاوت وبخل پڑھیے)

نظم

بخل سے توبہ کرو پڑھ لو درود	رحمتِ ربّی کا تاکہ ہو ورود

اِک دفعہ پڑھ لو تو لو دس رحمتیں	ساری جائیں پھر تمہاری کلفتیں
رحمتِ ربّی کا جب ہو گا نزول	آدمی پھر ہو نہیں سکتا ملول

القصّہ حضرت آدمؑ نے مولائے کریم کی یہ تینوں باتیں منظور کیں اور اُسی وقت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود پڑھا اور پرہیزگاری و نیز حوّا کو احکامِ دین سکھانے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد حضرت آدم کو ایک زرنگار کُرسی پر بٹھایا گیا۔ اور تمام ملائکہ جمع ہوئے اور آدمؑ و حوّاؑ کا نکاح ہو گیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات و ثنا اور اپنے رسولِ پاک پر درود خوانی کرائی اور پھر فرمایا کہ اے آدم و حوّا! تم دونوں کے دونوں جنت میں نہایت سرور کے ساتھ رہو! جیسا کہ کلامِ پاک میں ارشاد ہے:۔ یَآ اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا (پ۱ - البقرہ ع۴) اے آدم تم اور تمہاری بیوی آرام سے جنت میں سکونت اختیار کرو۔ اور جنّت کے تمام کھانے اور میوے جہاں سے تمہارا جی چاہے بیفکری سے کھاؤ اور جنّت میں عیش کرو!

نظم

آدمؑ و حوّا کو جنّت مِل گئی	انتہا کی بس حکومت مِل گئی
اب خدا اُن کو رکھے ثابت قدم	انتہا کے مِل گئے ناز و نعیم
عیش و عشرت میں اُسے بھولیں نہیں	جو کہ ہے اللہ ربُّ العالمیں
جنّتُ الفردوس جس نے کی عطا	امتحاں بس اُسکو اِک مقصود تھا
ساری خلقت ہے اُسی کے واسطے	امتحاں میں تاکہ وہ ثابت رہے

گیہوں کی ممانعت

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و حوّاؑ کو جنّت اور جنّت کی تمام نعمتیں عطا فرمائیں

تو ساتھ ہی اِس کے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی اے آدمؑ و حوّا! جنّت کی تمام نعمتیں کھاؤ اور پیو لیکن گیہوں کا پھل کھانا تو درکنار اُس کے قریب بھی نہ جانا اور اگر تم نے اُسے کھا لیا تو تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اے آدمؑ و حوّا! یہ حکم اِس لئے تمہیں دیا جاتا ہے کہ تم اور آئندہ تمہاری نسلیں ہماری روک ٹوک سے آگاہ اور خبردار رہیں۔ اور ہمارے دشمن شیطان کے اغوا سے تم اور تمہاری اولاد گھل کھیلنے والی نہ ہو۔ نیز تم اور تمہاری اولاد کے دلوں میں ہماری حلال چیزوں سے سرور اور حرام چیزوں سے نفور رہے۔ اور وہ یہ سمجھتے رہیں کہ ہم کسی کے محکوم اور کوئی ہمارا حقیقی حاکم ضرور ہے حضرت وہب ابن سنبہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ گیہوں کا درخت جس سے آدمؑ و حوّا کو روکا گیا تھا وہ جنّت کے ایک نہایت پُر فزا چمن میں لگا ہوا تھا اور اُس کا ایک ایک دانہ مشک کی برابر تھا جو مکھّن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ مگر ساتھ ہی اِس کے یہ ضرور تھا کہ جنّت کے کسی کھانے اور کسی نعمت سے استنجے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی لیکن گیہوں میں بوجہ ناجائز ہونے کے یہ خاص تاثیر تھی کہ اُس کے کھانے کے تھوڑی ہی دیر بعد پیشاب پاخانہ کی ضرورت لاحق ہو اور جنّت میں بیت الخلا کا کیا کام۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کر دیا ہے اُن کو استعمال میں لانے سے انسان ضرور تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ خواہ وہ شے دنیا میں ہو یا جنّت میں۔ بہرحال اِس ممانعت سے مقصودِ ایزدی یہ تھا کہ آدمؑ اور اُن کی اولاد کو ہماری حلال اور حرام اشیاء میں تمیز رہے اور وہ اُن سے پورے پورے واقف رہیں۔ نیز ہماری نعمتوں کے استعمال کرنے اور اُن سے پرہیز کرنے کے پورے عادی ہو سکیں۔ اِس کے بعد آدمؑ و حوّا کو پھر سُنا دیا گیا کہ دیکھو گیہوں کے قریب نہ جانا نہیں تو ظالموں

یں سے ہو جاؤ گے۔

ظالم کے معنی حق تلفی کرنے والے کے ہیں۔ پس اس سے زیادہ اور کیا حق تلفی ہو گی کہ جس خالق و مالک نے مٹی کے پُتلے سے خوبصورت انسان بنایا فرشتوں کا قبلہ قرار دیا، جنت کا مالک کیا، وہاں کی لامحدود نعمتیں استعمال میں لانے کی اجازت دی اور وہاں کے تمام عیش و سرور حلال اور جائز کیے۔ صرف ایک چیز کی ممانعت فرمائی پھر اُس ممنوعہ چیز کو بلا مرضی و اجازت استعمال میں لانا صریح ظلم ہے یا نہیں؟ پس اس سے پروردگار نے گیہوں کھانے کو ظلم سے تعبیر کیا اور آدم و حوا کو اس کا کھانا ظلم بتایا۔

نظم

حکمِ محسن توڑنا ظلمِ صریح	فی الحقیقت یہ بُرا ہی اور قبیح
قدرِ محسن کی اگر دل میں نہ ہو	عافیت کا پھر کوئی گھر دیکھ لو
چین محسن کے تحائف میں نہیں	دیکھتا ہی حیف محسن کُش زمیں
جاہ و عزت ہو تو خاموشی نہ ہو	شیوۂ احساں فراموشی نہ ہو
یا الٰہی تو ہمیں توفیق دے	ایسی باتوں سے ہر ایک مسلم بچے

شیطان کا فریب

شیطان نے جب معلوم کیا کہ روضۂ رضواں یا باغِ جناں یا بہشتِ بریں حضرت آدمؑ و حوا کو مِل گئی اور اُن دونوں کو وہاں کا مالک بنا دیا گیا اور اَب وہ جنت میں انتہا درجے عیش و عشرت کر رہے ہیں۔ فوراً اُس کے دل میں خیال آیا کہ جس طرح ممکن ہو آدمؑ و حوا کو جنت سے نکلوائے! مگر ساتھ ہی اس کے دریائے فکر میں ڈوبا کہ کیا تدبیر کروں جس سے آدمؑ و حواؑ جنت

سے نکل سکیں! اور چونکہ جنت میں داخل ہونے کی اِس لعین کو ممانعت ہو چکی تھی اِس لئے اور بھی زیادہ قلق تھا۔ ہر چند تدابیر سوچتا ہے۔ مگر کوئی کام کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر شدہ شدہ اُسے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمؑ و حوّاؑ جنت کی تمام نعمتیں بحکمِ الٰہی استعمال کرتے ہیں لیکن ایک پھل یا ایک میوہ کھانے کی اُنہیں یہانتک ممانعت ہے کہ اے آدمؑ و حوّا! گیہوں کا دانہ کھانا تو درکنار اُس کے قریب بھی نہ جانا! نہیں تو ظالم ہو جاؤ گے۔ بس یہ معلوم ہوتے ہی لعین نے مارے خوشی کے بغلیں بجائیں۔ اور اپنے دِل میں کہا کہ اب میں کامیاب ہو گیا۔ اور اب میں نے آدمؑ و حوّا کو جنّت سے نکلوایا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اُس نے زمین سے پرواز کی اور اڑا اور چپکے سے جا کر جنّت کے دروازے پر بیٹھ گیا اور ایک عرصۂ دراز تک یہ لعین خاموشی سے اِس انتظار میں بیٹھا رہا کہ اندرونِ جنّت کس طرح اور کیونکر داخل ہو سکوں کہ رضوانِ جنّت کا زبردست پہرہ لگا ہوا ہے اور وہ قطعاً مجھے نکال باہر کرے گا۔ اور وہ ہرگز ہرگز جنّت میں نہیں جانے دے گا۔ اِس لئے موقع کا منتظر خاموش بیٹھا ہے۔ اتفاق سے نہیں بلکہ نہ معلوم کس نے جنت کے ایک طاؤس کے دل میں ڈالی کہ وہ یکایک جنت چھوڑ کر جنت کے دروازے پر آیا۔ شیطان اُس طاؤس کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو گیا۔ اور نہایت عاجزی کر کے اُس طاؤس یا مور سے کہا کہ اے حسین و خوبصورت تُو کون ہے؟ مور نے حیران ہو کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں جنت کا ایک مور ہوں مگر اے خائف و دل شکستہ یہ بتا کہ تُو کون ہے؟ کہ اِس قدر ڈرتے ہوئے میرا نام دریافت کر رہا ہے! شیطان نے کہا کہ میں اللہ تعالےٰ کے خاص فرشتوں یعنی کروبیوں میں سے ایک خائف اور ڈرنے والا فرشتہ ہوں اور میں اُن میں سے ہوں کہ ہر وقت خوفِ خدا جن کی غذا ہے۔ مور نے کہا کہ اچھا پھر یہاں آنے سے تمہارا مدعا کیا ہے؟ شیطان نے کہا کہ میرا یہاں آنے

سے یہ مطلب ہے کہ میں اُن نعمتوں کو ایک نظر دیکھکر اپنا دل خوش کروں جو خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لیٔے جنّت میں تیار کر رکھی ہیں اور اس سے نہ صرف میرا دل خوش ہو گا بلکہ میری اطاعت و عبادت میں اور ترقی ہو گی نیز خدا کا خوف اور اُس کی طرف سے اُمید میرے دل میں جوش زن ہو گی"۔

نظم

پڑ رہی ہے جھُوٹ کی بنیاد آج	سب سے بڑھ کر جس کا بس ہو گا رواج
جھُوٹ سے ہو گا غرض بچنا محال	آدمی کا یہ ہی ٹھہرے گا کمال
اے لعین! اے بانیٔ کذب و فریب	یہ تیری تقلید اور مسلم کو زیب

حضُور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن سب کچھ کرتا ہے مگر وہ جھُوٹ نہیں بولتا۔ چنانچہ صحابیٔ رسول صلعم ایک ایسے شخص کو حضور کی خدمت میں پکڑ کر لائے جو پانچوں عیب شرعی اور جملہ صغائر و کبائر میں ہمیشہ مبتلا رہتا تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تمام باتوں کو چھوڑ دے اور توبہ کر!۔ اُس نے جواباً عرض کیا کہ حضور! سب باتیں تو یکایک مجھ سے چھٹنی مشکل ہیں البتہ جملہ عیبوں میں سے ایک عیب چھوڑ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دے! شیطان کا سب سے پہلا ہی جرم ہی مومن کے لیٔے یہ ہرگز شایانِ شان نہیں۔ الحذر! الحذر!!

غرضکہ شیطان نے کہا کہ اے مور! اگر تو اس الٰہی کام میں میری امداد کریگا تو یہ سمجھ لے کہ میں بھی مقربین فرشتوں میں سے ہوں میں کسی نہ کسی وقت تیری ایسی امداد کروں گا کہ تُو بھی خوش ہو جائے گا۔ اور میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں چودہ طبق ہیں۔ بالکل یقین کے ساتھ سچ سچ کہہ رہا ہوں چنانچہ اِن گہرے فقروں سے مور کے دل میں اُس کی وقعت ہوئی اور اُس نے کہا کہ اے مقرب فرشتے مجھ میں اتنی طاقت و قدرت نہیں کہ میں تمہیں اندرونِ جنّت

لے جاسکوں مگر ہاں میرا ایک رفیق ہے میں اُسے بلاتا ہوں. غالباً وہ تمہیں جنت
میں لے جائے گا۔ شیطان نے بہت کچھ اُس کا احسان مانا اور شکریہ ادا کیا اور کہا کہ
ہاں مجھے ایک نظر وہاں کی نعمتیں دیکھنی ہیں خواہ تم لیجاؤ یا اور کوئی تمہارا دوست
آکر مجھے جنت میں لے جائے۔ اور مجھے تم یا تمہارا کوئی دوست اگر ایک مرتبہ جنت
میں لے جائے گا۔ تو میں تمہیں ایسے تین کلمے سکھاؤں گا جس سے تمہیں خدائے تعالیٰ
کا انتہائی قُرب حاصل ہوگا۔ چنانچہ ابلیسِ لعین کی یہ تقریر مور کے دل میں اثر کر گئی
اور وہ اُسی وقت اندرون جنت داخل ہوا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ مور ایک
سانپ کو اپنے ساتھ لیئے چلا آیا۔ سانپ تین کلمے سیکھنے کے شوق میں گویا ایک
مُقرب فرشتہ کا خیر مقدم کرنے کے لیئے بڑے شوق سے آیا اور آکر شیطان سے
ملاقات کی۔ شیطان نے اُس کے ساتھ بھی وہی فریب و مکر کی باتیں کیں جو مور سے
کی تھیں۔ آخر سانپ پر بھی اُس کا افسوں چل گیا اور وہ غریب بولا کہ اے مُقرب فرشتے
کیونکر اور کس طرح تمہیں میں جنت میں لیجاؤں؟ کہ رضوان اور بے انتہا خازنان جنت
کے دروازہ پر مامور ہیں۔ شیطان نے کہا۔ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں وہ یہ کہ تم اپنا منہ
کھولو میں اُس میں سما جاؤں۔ اور تمہارے ساتھ جنت میں چلا جاؤں گا۔ سانپ نے
منظور کیا اور اُسی وقت اپنا مُنہ کھول دیا جس میں شیطان سما گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ
وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

نظم

دوستی ناواقفوں سے ہے ستم — جس کا ہے انجام صدمہ اور الم
ہر کسی کے ہاتھ میں تم مت بکو — دائمی اللہ سے ڈرتے رہو
دوستوں کی شکل میں دشمن ہزار — تو ہمیں محفوظ رکھ پروردگار
آنہ جائیں ہر کسی کے دام میں — عقل سے امداد لیں ہر کام میں

عقل سی نعمت خدا نے ہم کو دی — آہ اُس سے کوئی بھی خدمت نہ لی
ہر کسی کے آ گئے کہنے میں ہم — ہر کسی کی بات پر کھایا بھرم
آہ ہم سُنّی مسلماں کیا ہوئے — عقل کے جب اتنے پیچھے پڑ گئے
دے سمجھ اتنی الٰہ العالمیں — دشمنوں کو دل میں بٹھلائیں نہیں

لعین کا جنّت میں پہونچنا

لو چلا جنّت میں وہ کافر لعین — انتہا جس کے فریبوں کی نہیں
دیکھئے اب کیا ستم ڈھاتا ہے یہ — کیسے کیسے جال پھیلاتا ہے یہ
آدمؑ و حوّا کی بس اب خیر ہو — لے چلا یہ سانپ کو اور مور کو
پیارے آدمؑ کو بھی بہکائیگا کیا — اور حوّا کو بھی رُلوائیگا کیا
دیکھئے کرتا ہے کیا کیا پیچ و تاب — گھُس گیا ہے خُلد میں خانہ خراب

القصہ شیطانِ لعین سانپ کے مُنہ میں بیٹھ کر اور مور کو ہمراہ لیکر جنّت میں چلا۔ جب پہنچ دروازے میں یہ مجموعۂ فساد پہنچا تو رضوانِ جنّت کھڑا ہو گیا اور سانپ اور مور سے کہا کہ خبردار آگے قدم مت اُٹھانا۔ نیز رضوانِ جنت چاہتا تھا کہ اس مُشتبہ گروہ کو دروازے کے باہر کر دے کہ اتنے میں عرشِ معلّیٰ سے رضوانِ جنت کے نام اللہ تعالیٰ کی وحی آئی:-

نظم

خُلد میں رضوان جانے دو اِنہیں — میری قدرت دے چکی رخصت جنہیں
ایک بھاری راز ہے اِس میں مرا — سانپ کے پردے میں ہے وہ مدّعا
تم اِنہیں رضوان بس روکو نہیں — اِذن اِن کو مل چکا ہے بالیقیں

رضوانِ جنت حضور ربّ العالمین کا ارشادِ عالی سنتے ہی اپنی جگہ پر

بیٹھ گیا اور اُن کو جنت میں جانے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جب سانپ اور مور اندرونِ جنّت پہنچ گئے تو اب شیطان سانپ کے منہ میں سے نکل کر باہر آیا اور آدم ؑ وحوّا کا پتہ معلوم کرکے اُن کے زیرِ دیوار جاکر بیٹھ گیا اور نہایت درد کے ساتھ بے انتہا رونا شروع کیا۔ عرصہ کے بعد جب آدم ؑ وحوّا اُس طرف سے گذرے تو انُہوں نے ایک اجنبی صورت کو درد کے ساتھ روتے ہوئے دیکھکر پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور یوں زار وقطار کیوں روتا ہے؟ شیطان نے کہا کہ میں ایک فرشتہ ہوں اور میں اِس لئے روتا ہوں کہ آج تم اِس درجہ عیش وسرور منا رہے ہو کہ جنّت کی بادشاہی کررہے ہو افسوس! اکل تمہیں موت آجائے گی اور تم مرجاؤ گے۔ اور یہ تمہارا عیش وعشرت سب فنا ہوجائے گا۔ اور میں وہ فرشتہ ہوں کہ مجھے تم سے انتہا درجے محبت ہے۔ جس روز سے تم جنّت میں آباد ہوئے ہو اُس روز سے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن ساتھ ہی اِس کے جب میں نے یہ معلوم کیا کہ تم بہت جلد مرجاؤ گے اور فنا ہوجاؤ گے تو اُس دن سے میرا دل تمہارے غم میں پھٹا جاتا ہے اور میرا کلیجہ آنسو کے راہ بہا جاتا ہے کہ افسوس یہ جنّت تم سے چھن جائے گی اور تم مرجاؤ گے۔

جب اس لعین کی بہت سی ہمدردانہ اور رفاقت کی باتیں سُن چکے تو اُس سے دریافت کیا کہ موت کیا چیز ہوتی ہے؟ کیونکہ اُس وقت تک آپ موت سے ناواقف تھے اور کچھ نہیں جانتے تھے کہ موت کہتے کسے ہیں اور وہ کیا شے ہوتی ہے۔ ابلیس اُسی وقت ایک بڑے جسیم جانور کی صورت بن گیا اور آدم ؑ وحوّا کے سامنے اِس طرح تڑپنے لگا جیسے نزع کی اور جانکنی کی خوفناک حالت ہوتی ہے اُسی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور خوفناک غرغر کرتا ہے اور جھاگ منہ سے رواں ہیں اور سخت سے سخت نازک حالت ہے۔ یہ کیفیت دیکھکر حضرت آدم ؑ وحوّا تھر تھر کانپنے لگے اور اُن کے دلوں پر نہایت خوف طاری ہوا۔ جب لعین نے دیکھا کہ آدم ؑ وحوّا کی حالت اِس نئے صدمۂ جانکاہ کو

دیکھ کر غیر ہو چلی فوراً اپنی اصلی صورت بنکر پاس آیا اور عرصہ تک اُنہیں تسلّی و دلاسا دیتا رہا۔ جب اِن دونوں کو سکون ہوا تو آدمؑ نے پوچھا کہ اے رفیق! کوئی تدبیر ایسی بھی ہے جس سے کہ ہم دونوں اِس تکلیف سے ہمیشہ کے لئے بچے رہیں! شیطان نے جواب میں کہا جسے اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں نقل فرماتا ہے: هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰی ٥ یعنی میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کھانے سے نہ تو تم کبھی مروگے اور نہ کبھی تمہاری حکومت فنا ہوگی۔ حضرت آدمؑ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا چیز ہے؟ لعین کو اُس وقت تک معلوم نہ تھا کہ گیہوں کا درخت کس جگہ ہے۔ جلدی سے ہٹ کر مور سے پوچھا کہ گیہوں کا درخت کہاں اور کس جگہ ہے؟ مور نے گیہوں کے درخت کا پتہ و نشان بتایا۔ پھر شیطان نے آکر کہا کہ وہ فلاں فلاں درخت ہے فلاں جگہ لگا ہوا ہے۔ اگر اُس میں سے ایک دانہ بھی کھا لوگے تو لکھ لو اس بات کو کہ نہ تو تمہیں کبھی موت آئے گی اور نہ تمہاری سلطنت کبھی جائے گی۔ حضرت آدمؑ گیہوں کا اتنا پتہ سُنکر متعجب ہوئے اور اپنے دِل میں کہا کہ شاید یہ تو وہی درخت ہے جس کے کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ غور کرنے کے بعد آپ نے پھر شیطان سے کہا کہ اے رفیق! وہ درخت جس کا تم پتہ دے رہے ہو وہ تو ان خوبیوں کا نہیں ہے بلکہ وہ تو مصیبتوں میں ڈالنے والا اور جلدی فنا کردینے والا ہے۔ اے میرے رفیق یہ تم کیا کہتے ہو کہ گیہوں کا دانہ کھا لو! مجھے جہاں تک علم ہے وہ درخت ذلّت کا باعث ہے۔ وہ درخت موت کا سبب ہے۔ وہ درخت رسوائی کی جڑ ہے۔ اُس کا کھانا تو درکنار اُس کے قریب جانے سے بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع کردیا ہے۔ دیکھو اگر اُس درخت میں کچھ فائدے ہوتے تو ہم کو ہمارا پروردگار اُس کے کھانے سے کبھی نہ روکتا۔ آدمؑ کے اِن عذرات کے جواب میں شیطان نے کہا۔ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ

(پ ۱۶ - طٰہٰ - ع ۷ - آیت ۱۲۰)

(پ ۸ - الاعراف - ع ۲ - آیت ۲۰)

تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ٥ یعنی خدا تعالیٰ نے تم کو اِس درخت سے اِس لئے منع نہیں کیا کہ اِس کا پھل کھانے سے تمہیں کچھ ضرر پہنچے بلکہ اِس لئے منع کیا ہے کہ تم اِس درخت کا پھل کھانے سے فرشتے بن جاؤ گے۔ اور پھر کبھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوگے اور ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے۔ اگر تمہاری یہ حالت ہو جائے گی تو تم زمین کا کام سرانجام نہ کرسکو گے پس اِس لئے خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو ہمیشہ کے لئے کھانے پینے اور زن و فرزند کے افکار میں مشغول رکھے اور ذکرِ الٰہی سے تم الگ تھلگ رہو اور ساتھ ہی اِس کے وہ تم سے اپنی خلافت کا کام بھی لیتا رہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تم کو چند روز جنت میں رکھ کر دنیا میں بھیجے اور وہاں کی تکالیف و مصائب میں مبتلا کرے۔ پس میں تمہارے لئے روتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ کسی طرح تم جنت سے نہ نکلو! اور ہمیشہ ہمیشہ یہیں عیش کرو۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے بہت کچھ غور و فکر کے بعد اپنے رفیق کے تمام مشورے کو مسترد کر دیا اور حکمِ الٰہی کی پابندی مقدم سمجھ کر اِس رفیق کے پاس سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں اِس درخت کا پھل نہیں کھاؤں گا اور درخت کے پاس بھی نہ جاؤں گا یہ سُنکر شیطان وہاں سے چلا گیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ افسوس میرا دار خالی گیا۔ پھر سہی، پھر سہی۔

نظم

ساری محنت لعین کی ڈوب گئی — پیارے آدمؑ کے آگے کچھ نہ چلی
کیسی خالی گئی لعیں کی کمند — حکمِ ربی کے نہ رہے پابند
داؤ ابلیس کا گیا خالی — ناامیدی تو اُس پہ چھا ہی گئی

غرضکہ شیطان ناامید ہو کر وہاں سے درختوں میں جا چھپا اور پھر ایک عرصہ کے بعد ایک اور تدبیر اُس کی سمجھ میں آئی وہ یہ تھی گیہوں کے

درخت پر چڑھ کر یہ لعین بیٹھ گیا اور اسی فراقِ آدمؑ کے مضمون کو شرارت انگیز وجاد و آمیز موسیقی سے گانا شروع کیا اور وہ دلکش آواز نکالی کہ حضرتِ حوّا بے چین ہو کر اِس گانے کی طرف دوڑ پڑیں اور اُسی درخت کے نیچے پہونچیں جس پر وہ لعین بیٹھا گانا گا رہا تھا۔ اور اس میں آدمؑ و حوّا کے جنّت سے نکالے جانے اور اُن کی موت کا جگر خراش نوحہ ادا کر رہا تھا جس کو حضرتِ حوّا دیر تک سنتی اور زار و قطار روتی رہیں۔ پھر جب اُس نے دیکھا کہ حوّا کا دل اچھی طرح بھر آیا۔ نوحے کو بند کیا اور اب صرف حوّا کو دامِ فریب میں لانے کے لئے درخت سے نیچے اُترا اور اپنی کوشش شروع کی اور کہا کہ میں تمہارا اتنا بڑا رفیق ہوں کہ شاید تمام جنّت میں تمہارا کوئی ایسا رفیق نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر خدا تعالیٰ کی سینکڑوں قسمیں کھائیں جس سے حوّا کو اُس کی سچّی رفاقت کا پورا پورا یقین ہوگیا۔

نظم

جھوٹی قسمیں کھائیں جب شیطان نے
ہوگیا حوّا کے دل میں یہ یقیں
کس قدر روتا ہے یہ اپنے لئے
جھوٹی قسمیں کھانے والے سُن رکھیں
جھوٹی قسموں نے قیامت کی بپا

کر لیا آخر یقیں انسان نے
واقعی کوئی محبّ اس سا نہیں
کیسا دم کھوتا ہے یہ اپنے لئے
کیونکہ وہ شیطاں کے تابعدار ہیں
آگیا آخر یقیں بس آگیا

آدمؑ و حوّا کا گیہوں کھانا

جب حوّا کو شیطان کی رفاقت پر پُورا یقیں ہوگیا تو اُسی وقت حوّا نے گیہوں کا دانہ توڑنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ چنانچہ شیطان نے جلدی سے

آگے بڑھ کر انہیں مدد دی اور جلدی سے چھ دانے توڑ کر انہیں دیئے جس میں سے ایک گیہوں کا دانہ حضرتِ حوّا وہیں کھڑے کھڑے نوش فرما گئیں اور پانچ دانے حضرت آدمؑ کے سامنے لیکر چلیں۔ جب حضرت آدمؑ کے پاس پہنچیں اور اُن سے تمام کہانی دہراتے ہوئے وہ پانچوں دانے آپ کے سامنے پیش کئے تو آدمؑ نے اُن کے کھانے سے انکار کیا۔ حوّا نے کہا کہ آپ اِس کے کھانے سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ میں نے تو اِس میں سے ایک دانہ کھا کر دیکھا ہے۔ واللہ شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم۔ نیز جنّت کے تمام میوں سے بہت زیادہ لذیذ ہے۔ یہ سُنکر حضرت آدمؑ غصّے سے سُرخ ہو گئے اور فرمایا۔

نظم

عہدِ مولا کو بھلایا تو نے کیوں	دانۂ گندم کو کھایا تو نے کیوں
وعدۂ مولا سے کیوں غافل ہوئی	کیوں کسی کی بات پر مائل ہوئی
پاس کیوں ممنوعہ شے کے تو گئی	غصّۂ مولا کی کیوں پروا نہ کی

حضرت آدمؑ نے جب اپنا غصّہ ظاہر کرتے ہوئے خدا کا عہد و میثاق یاد دلایا اور اُس کے عذاب سے ڈرایا تو حضرتِ حوّا جواب میں کیا کہتی ہیں۔

نظم

رحمتِ ربّی کو کیوں بھولے ہو تم	مغفرت سے کیوں ہوئے جاتے ہو گم
اُس کی رحمت ہے بِلا حد و حساب	اپنے بندوں پہ کریگا کیوں عتاب
ہے بھروسا مجھکو اُس کی ذات پر	درگذر فرمائے گا اِس بات پر

چنانچہ یہ سن کر بھی حضرت آدمؑ اپنی بیوی حوا کی رائے سے متفق نہ ہوئے اور گیہوں کا دانہ کھانے سے اُسی طرح انکار کرتے رہے کہ اتنے میں حوّا شرابِ بہشتی کا ایک جام بھر کر لائیں اور حضرت آدمؑ کو پلایا۔ جس کے پینے کے بعد آدمؑ کو خدا سے

عہد اور گیہوں کی ممانعت کا مطلق خیال نہ رہا۔ اور مولائے کریم کی اُس تنبیہ کو بھی بھول گئے۔ جو اُس نے شیطان سے باخبر رہنے کے بارے میں فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو آگاہ فرما دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو جنّت سے نکلوا دے۔ جیسا کہ اللہ رب العزّت نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔ فَقُلْنَا يَاآدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ٥ یعنی کہا ہم نے (اللہ تعالیٰ) کہ اے آدم (یاد رکھو کہ یہ شیطان) بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا (اس وجہ سے دشمن ہے (کہ تمہارے معاملہ میں یہ مردود ہوا) سو کہیں تم دونوں کو جنّت سے نہ نکلوا دے (اور) پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ چنانچہ آدمؑ اِسے بالکل بھول گئے اور فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ یعنی پھر اِن کو شیطان نے بہکایا۔ اور یوں ہوا کہ حضرت آدمؑ حوّا کے اصرار سے خاموش ہوئے ہی تھے۔ کہ حوّا نے گیہوں کا دانہ حضرت آدمؑ کے مُنہ میں دے دیا جسے آدمؑ نے چبا کر نوش کر لیا اور نافرمانی کا وہ ستم جو کہ نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

(پ ۱۶ - طٰہٰ - ع ۷ - آیت ۱۱۷)

(آیت ۱۲۰)

آدمؑ اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا اپنا وعدہ بھول گئے اور یہ لغزش کر بیٹھے اگرچہ ہرگز اُنکا خیال خلاف ورزی حکم نہ تھا جسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ٥ یعنی ہم نے آدمؑ سے اِس بات کا عہد پہلے ہی لے لیا تھا مگر پھر آدم بھول گئے البتہ خلافِ عہد کرنے کا آدم کا ارادہ نہ تھا۔ نکتہ یہی وجہ ہے۔ جو بعد میں آدمؑ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور مولائے رحیم و کریم نے آدمؑ کی خطا کو معاف فرما دیا۔ اور ابلیس لعین کی خطا کی معافی نہ ہوئی کہ اُس کی نافرمانی بھول کی وجہ سے نہ تھی بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اُس نے نافرمانی کی تھی۔ دیگر یہ کہ آدمؑ

(پ ۱۶ - طٰہٰ - ع ۷ - آیت ۱۱۵)

اپنی خطا پر نادم ہوئے جبکہ شیطان قیامت تک اور ہزاروں برس دوزخ کے عذاب میں پڑے رہنے کے بعد بھی اپنی خطا پر نادم نہ ہوگا۔

بہرحال آدمؑ پر شیطان کا مکر و فریب چل گیا اور وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوگیا۔

نظم

چل گیا شیطان کا مکر و فریب
لُٹ گیا آدمؑ تمہارا قافلہ
وہ درخشاں تاج سر سے اُڑ گیا
تختِ جنت نے پلٹ مارا وہیں
اِس طرف دانہ چلا حلقوم سے
خلد میں لاکی جب چھتوں پھری
ہوگئے دونوں برہنہ اس قدر
بال آدمؑ کے پکڑ کر جبرئیلؑ
اور پھر حوا کی چوٹی تھام کر

گونجتی ہے بس یہی آوازِ غیب
اے بشر افسوس تو نے کیا کیا
پیرہن سب دھجیاں ہو کر گرا
زلزلے میں آگئی جنت کی زمیں
اُس طرف جنت میں آئے زلزلے
اب نہیں جنت وہ دوزخ ہوگئی
تار تک باقی نہیں ہے جسم پر
لے چلے کرتے ہوئے اُنکو ذلیل
لے چلے اُن کو بھی بیخوف و خطر

آدمؑ پر زوال

اللہ ربُ العزت قرانِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ بَدَتْ لَہُمَا سَوْاٰتُہُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْہِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ یعنی پس جب اِن دونوں نے درخت (کے پھل) کو چکھا دونوں کا پردہ کا جسم ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا۔ اور دونوں اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے

(۱۲ پ ۸ الاعراف ع ۲ آیت ۲۲)

لگے۔ گویا جب آدمؑ گیہوں کا دانہ کھا چکے تو یکایک جنّت کا تاج شاہی ان کے سر سے خود بخود اُڑ گیا اور جنّت کے تمام ریشمی حُلّے خود بخود دھجیاں دھجیاں ہو کر جسم سے الگ ہو گئے۔ نیز تفسیر مدارک میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنّت میں آدمؑ و حوّا کے جسم کی بناوٹ ایسی گلاب کی پتّی کی مانند تھی جیسے ہمارے اور تمہارے ناخونوں کی رنگت ہے۔ چنانچہ آدم و حوّا کے صرف ناخن اسی رنگت کے نمونتاً باقی رہے اور باقی تمام جسم سیاہ ہو گیا۔ جب آدم نے اپنا جسم بالکل برہنہ دیکھا تو دریائے ندامت و شرم میں ڈوب گئے اور اب ہر طرف درختوں کی آڑ اور درو دیوار کے دامنوں میں چھپنے کا ارادہ کرتے ہیں مگر جب کسی آڑ کے قریب جاتے ہیں وہ اسی وقت خدا کی پناہ مانگتی ہے اور وہاں سے علیحدہ سرک جاتی ہے۔ ایک ایک درخت کے نیچے بھاگتے پھرتے ہیں کہ اس کے پتے توڑ کر اپنا ستر ڈھانک لیں۔ چنانچہ ہر ایک درخت جب آدمؑ کو اپنے قریب آتا دیکھتا ہے اونچا ہو جاتا ہے اور اپنے پتے نہیں دیتا اِدھر آدمؑ و حوّا کو اپنے ستر ڈھانکنے کے لئے پتے تک نہیں ملتے اور سخت حیران و پریشان ہیں اُدھر ارشاد ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ یعنی اور ان کے رب نے ان کو پکارا (اور فرمایا) کیا میں تم دونوں کو اس درخت (کے پھل) سے ممانعت نہ کر چکا تھا۔ اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ یقیناً شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ الغرض آدمؑ و حوّا ستر چھپانے کے لئے بے چین ہیں اور سب طرف رواں دواں پھرتے ہیں کہ۔ اتنے میں عناب کے درخت نے آدمؑ کے سر کے بال پکڑ لئے۔ آدم نے نہایت عاجزی کے ساتھ اس سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے کہ میں کہیں اِدھر اُدھر جا کر اپنا ستر تو ڈھانک سکوں! جواب میں وہ عناب کا درخت کہتا ہے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں آدمؑ کے بال باندھ کر لٹکا دوں

(پ ۸ ع ۱۱)

اور انہیں ہرگز نہ چھوڑوں پس اے آدمؑ! اگر تمہارے کہنے سے میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو میرا بھی خدا کی نافرمانی کے سبب وہی حال ہوگا جو تمہارا ہوا ہے اُس وقت بیساختہ آدم کے منہ سے نکلا ، اَلْاَمان۔ فوراً ندا ہوئی۔

(رب العالمین)

آج اے آدم کہو یہ کیا ہوا	اور بتاؤ ماجرا یہ سب ہے کیا

آدمِ مسکین

ہوں بہت رسوائی اور ذلت میں آج	لُٹ گیا جو کچھ ملا تھا مجھکو راج
تاجِ شاہی اُڑ گیا سر سے مرے	پیرہن سب دھجیاں ہو کر گرے
تخت سے پلٹا گیا میں اے کریم	اور برہنہ ہوں میں اب حالِ سقیم
بندھ رہا ہوں اک شجر کی شاخ سے	جو کہ پتے تک نہیں دیتا ہے مجھے
ہائے اے معبودِ ربِّ ذُوالجلال	کیا ہوا یہ آدمؑ و حوّا کا حال

(رَبُّ العالمین)

میرے نافرمان ہو کر کیا لیا	گیہوں کا تم نے نتیجہ پالیا

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ وَعَصَىٰٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (یعنی) اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا۔ سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ گیہوں کا دانہ کھانا جرم نہیں تھا۔ بلکہ جرم یہ تھا کہ آقا کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ آقا و مالک مجاز ہے کہ چاہے جس چیز کے کھانے کی اجازت دے اور چاہے جس چیز سے منع کرے۔ چنانچہ آدمؑ حکم عدولی کا قصور کر بیٹھے۔ اور وہ بھی اُس وقت جبکہ شیطان نے اللہ رب العزت کی قسم کھا کر یقین دلایا۔ کہ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (یعنی) اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے میں دونوں کا خیرخواہ ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نام حکم آیا کہ

(پ ۱۶ - طٰہٰ - ع ۷ - آیۃ ۲)

(پ ۸ - الاعراف - ع ۲ - آیۃ ۲۱)

آدمؑ کو عناب کے درخت سے چھڑاؤ اور اُنہیں جنت کے دروازے پرلے جاؤ اور اُن کے ساتھ اُن کے دشمنوں کو بھی جنّت کے باہر لیجاؤ اور آدمؑ کو بایں حالت تمام جنت میں پھراتے ہوئے جنت سے باہر کردو تاکہ اُنہیں نافرمانی کرنیکا پوری طرح سے ذائقہ مل جائے۔ یہ حکمِ قہاری ہوتے ہی حضرت جبرئیل آدمؑ کو عناب کے درخت سے کھولتے ہیں اور اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ پس جہاں کہیں درخت آتے ہیں آدمؑ نہایت لجاجت کے ساتھ اُن درختوں سے پناہ مانگتے ہیں تاکہ اُن کے پتوں سے اپنا ستر ڈھانک سکیں جن کے جواب میں ہر ایک درخت سے یہ آواز آتی تھی ؎

نظم

ہم شجر جنّت کے ہیں اے تشنہ کام	تابعِ فرمان ہیں اُس کے غلام
ہم کو نافرمان سے کیا واسطہ	چھُو نہیں سکتا ہے وہ ہم کو ذرا
آہ جب مولا کی چتوَن پھر گئی	ساری جنّت آپ کی دشمن ہوئی
اُسکی چتوَن کیوں پھری اے مومنین	توڑ ڈالا حکمِ ربُّ العالمین
حکم اُس کا توڑنا ہے بس ستم	دیکھتا ہے آدمی پھر رنج و غم

انجیر کا درخت

پھر چلتے چلتے آدمؑ کو انجیر کے درخت نظر آئے وہیں کھڑے ہو گئے اور ایک درخت سے حضرت آدمؑ نے اپنا ستر ڈھانکنے کے لئے پتے مانگے اور اُسے خدا کا واسطہ دیا۔ چنانچہ انجیر کا درخت آپ کی طرف مخاطب ہوا۔ اور اُس نے کہا کہ اے آدمؑ! اللہ کے لئے آپ کو اتنے پتے دے سکتا ہوں کہ آپ اُس سے ستر

ڈھانک لیں۔ پس آدم نے اُس کے پتّوں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چونکہ انجیر کے درخت کو امدادِ آدمؑ کا حکم ہو ہی چکا تھا اس لئے انجیر کے درخت نے اپنی ٹہنیاں نیچے کو جُھکا دیں۔ پس آدمؑ نے اُس میں سے آٹھ پتّے توڑے تین اپنے لئے اور پانچ حوّا کے لئے۔ جن سے آدم و حوّا نے اپنا ستر ڈھانک لیا اور اِنہیں پتّوں کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے عورت و مرد کے کفن کے لئے تین اور پانچ کپڑے مقرر فرما دیئے۔ کہ عورت کے پانچ اور مرد کے تین۔ یہاں یہ کیفیت ہوئی۔ وہاں شجرِ انجیر کے نام خطاب آیا کہ تُونے ہمارے نافرمان کو اپنے پتّے کیوں دیئے؟ حالانکہ خود ہی حضور نے انجیر کو الہام کیا تھا۔ پس انجیر کا درخت جواباً عرض کرتا ہے کہ مجھے آدم کا وہ زمانہ یاد آگیا جبکہ چودہ طبق کے فرشتے اُن کے آگے سجدے میں پڑے تھے اور حضور کی رحمت کا دریا آدمؑ پر اُمنڈ رہا تھا۔ نیز میں یہ بھی خُوب سمجھتا ہوں کہ یہ آدمؑ کی ذِلّت بالکل عارضی اور تھوڑے دنوں کے لئے ہے آخر میں پھر یہی اِس جنّت کے مالک ہوں گے کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ؕ یعنے اللہ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ آدم بہت ذِلّت اور محنت اُٹھا رہا ہے کسی نہ کسی روز آپ اُسے ضرور نوازیں گے۔ اور اپنے دامنِ رحمت میں ضرور ڈھانکیں گے پھر میں تھوڑی دیر کے لئے آدمؑ سے کیوں بُرا بنوں؟ یہ کلمات سُنکر انجیر کے درخت کے نام حکم آیا:-

(پ ۱۱ توبہ ع ۱۴)

نظم

تُونے وہ پیارا دیا مجھکو جواب	کیوں نہ تجھ پہ میری رحمت ہو شتاب
سچ یہی ہے تُونے جو کچھ بھی کہا	عفو کردوں گا میں آدمؑ کی خطا
خُلد کا مالک بناؤں گا اِسے	اور پُھر اعزاز لاؤں گا اِسے
آل اور اولاد اِس کی آئیگی	ساری جنت جن سے بس بھر جائے گی

میری رحمت اُن پہ برسے گی سدا	بخشدوں گا انکی میں ساری خطا
پھر بھی ہوں لیکن عزیزٌ ذوانتقام	دیکھے رہتا ہوں میں بس بدلے تمام
میرا نافرمان ہونا قہر ہے	آدمی کے حق میں بس یہ زہر ہے

(پ ۳۔ آل عمران ع ۱۔ ۱۹۵۳ء)

آدمؑ و حوّا پر عتاب

عرائش ثعلبی میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کے سبب آدمؑ و حوّا کو دس طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کیا۔ اوّل اُن پر غصہ اور عتاب ہوا۔ دوسرے اُن کو بالکل برہنہ کردیا۔ تیسرے اُن کا جسم پہلے روشن اور سفید مانند ناخن کے مضبوط تھا۔ اَب صرف ناخن اپنی رنگت پر رہے۔ باقی تمام جسم سیاہ اور سست کردیا۔ چوتھے اپنے جوارِ قرب اور اپنی نزدیکی سے اللہ تعالیٰ نے دُور کردیا۔ پانچویں دونوں میاں بیوی کے درمیان جُدائی ڈالدی۔ چھٹے آدمؑ اور شیطان کے درمیان قیامت تک کے لئے دشمنی عداوت قائم کردی۔ ساتویں آدم کے نام کے ساتھ لفظ خاطی یا گنہگار شامل کیا۔ آٹھویں شیطان کو آدمؑ اور اولادِ آدم پر پورا تسلط دے دیا۔ نویں دُنیا کو آدمؑ اور اُن کی اولاد کا قیدخانہ بنایا۔ دسویں قسم قسم کے درد اور طرح طرح کی محنتیں آدم اور اُن کی اولاد پر مسلط کیں۔

اِس کے بعد خطاب آیا کہ اے حوّا تو کہاں ہے؟ حوّا نے نہایت غمگین آواز میں جواب دیا کہ خداوندا میں بالکل برہنہ سخت شرمندگی کی حالت میں جنّت کے فلاں مقام پر ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے حوّا! یہ میری نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ حوّا تو نے کیوں ایسا کیا جو تیری اور تیرے خاوند کی آبرو خاک میں ملی۔ حوّا نے عرض کیا کہ مولا! مجھے خبر نہ تھی کہ تیری مخلوق میں تیری ذات پاک کی جھوٹی قسمیں کھانے والے بھی

ہیں۔ خداوندا میں عزازیل کی جھوٹی قسموں کے دھوکے میں آگئی۔ ارشاد ہوا کہ اچھا میں نے تجھے اِس کے بدلے میں تیرہ قسم کی تکلیفوں میں مبتلا کیا اور تیری وجہ سے قیامت تک کے لئے تیری بیٹیاں بھی اِنہیں تیرہ تکالیف میں مُبتلا ہوئیں اوّل یہ کہ اُن کی شرمگاہ میں نجاست یعنی خونِ حیض و نفاس رکھ دیا۔ دوسرے حمل کے لئے نو مہینے سے گیارہ مہینے تک کا بوجھ اُن کے ذمہ ڈالا۔ تیسرے ہر مرتبہ بچہ جننے کی تکلیف جو موت کے برابر ہے۔ اُن کے لئے مقرر کی۔ چوتھے۔ عدّت کے سوا چار مہینے کی قید اُن پر لازم کر دی۔ پانچویں خاوند کی قید فرمانبرداری اور اُس کی خدمت گذاری لازم کی۔ چھٹے قبول کرنا اور طلاق دینا خاوند کے قبضے میں دیا۔ ساتویں مرد کا پورا اور عورت کا آدھا حصّہ مقرر کیا۔ آٹھویں بغیر محرم کو ساتھ لئے سفر کی ممانعت کی۔ نویں عقل کو ناقص کیا۔ یعنی جہاں ایک مرد کی گواہی کفایت کرے وہاں دو عورتوں کی گواہی کام دے گی۔ دسویں قضاوت و حکمت سے محروم کیا۔ گیارہویں۔ نمازِ جمعہ اور جماعت سے محروم کیا۔ بارھویں نبوّت سے محروم کیا۔ تیرھویں دین ناقص کیا یعنی ہر مہینے میں کچھ دنوں کے لئے نماز سے بھی الگ اور روزے سے بھی دُور کر دیا۔ (دعوتِ نسواں پڑھئے)

نظم

آؤ ہم تم مِل کے روئیں اے حوّا
کیسی کیسی آفتیں سر آپڑیں
دانۂ گندم نہیں ہے زہر ہے
انبیاء و مرسلیں تجھ سے بچے
اولیاء بچتے رہے تجھ سے سدا
عمر بھر بھی گیہوں کی روٹی سے عار

گر نہ کھاتے گیہوں تو کچھ بھی نہ تھا
دانۂ گندم کو کھا کر بالیقیں
ہائے تو آدم کے حق میں قہر ہے
پاس گیہوں کے وہ بس جاتے نہ تھے
جو کی ٹکیا خشک رکھی بس غذا
کھائی ہے حضرتؐ نے بس کل تین بار

	ایک دانہ کھا کے آدمؑ مر گئے		ہم منوں کھا کھا کے بھی جیتے رہے	

دشمنوں کو خطاب

جب آدمؑ و حواؑ کو عتاب آمیز خطاب آ چکے تو پھر شیطان اور سانپ اور مور کے نام عذاب آمیز خطاب ہوتا ہے۔ پہلے شیطان کو ندا ہوئی کہ اے ابلیس! آج سے میں نے تجھے دس بلاؤں میں گرفتار کیا۔ اوّل یہ کہ زمین کی خلافت سے تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برطرف اور علیحدہ کیا۔ دوسرے اپنی رحمت سے تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دُور اور عاق کر دیا۔ تیسرے تیری صورت ہمیشہ کے لئے پھٹکار ماری کر دی چوتھے عزازیل سے تیرا شیطان نام رکھ دیا۔ پانچویں تمام بدبختوں اور شقی لوگوں کا تجھے پیشوا اور سرغنہ بنایا۔ چھٹے ہمیشہ کے لئے تجھے ملعون و مردود کر دیا۔ ساتویں معرفتِ الٰہی کی دولت تجھ سے چھین لی۔ آٹھویں تیرے لئے توبہ کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کو بند کر دیا۔ نویں تجھکو تمام نیک اور اچھے کاموں سے دُور پھینک دیا۔ دسویں دوزخیوں کو خُطبہ سُنانے والا۔ اور عذاب میں جُھلسنے والا تجھکو کیا! اَللّٰھُمَّ حفظنَا یہاں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کا عذاب دو حِصّوں پر تقسیم ہوگا۔ ایک حِصّہ تمام دوزخیوں پر عذاب ہوگا اور ایک حِصّہ فقط اکیلے شیطان پر الٰہی توبہ! مگر ڈھیٹ کی ڈھٹائی ملاحظہ کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ابلیس جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا زار و قطار رو رہا ہے۔ آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ اے لعین! تجھے اور رونے سے کیا نسبت؟ جواب میں کہتا ہے کہ آج میرا دل یہی چاہتا

ہے کہ میں مولائے کریم سے صفائی کر لوں۔ اور اُس کے سچے بندوں میں شامل ہو جاؤں! پس آپ حضورِ ربُ العزت میں میرے لئے سفارش کیجئے کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے اور میری توبہ قبول کرے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے اُسی وقت ابلیس کی سفارش کے لئے دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے۔ وہاں سے ارشادِ خداوندی ہوا کہ اِس سے کہو سنگل دیپ کے پہاڑوں میں ہمارے بندے آدمؑ کا مزار ہے اُسے سجدہ کرے اور ہمارے نیک بندوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اُسی طرح ابلیس سے فرمانِ ایزدی نقل فرمایا جسے سُنکر لعین ہنسا اور ہنس کر کہا کہ واہ یاروں نے جب زندہ آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا تو اب مٹّی کے ڈھیر کو کیا سجدہ کریں گے۔ نیز دوسری جگہ حضور صلعم فرماتے ہیں کہ مدّتِ دراز گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو جنّت سے اور ابلیس کو دوزخ سے نکال کر اعراف کے میدان میں جمع کرے گا اور پھر شیطان سے خطاب ہو گا کہ آدمؑ کو سجدہ کرلے اور اُن کے ساتھ جنّت میں چلا جا۔ یہ سُنکر شیطان کہے گا۔ کیا میں دوزخ کے عذاب سے ڈر کر اپنی آن ہاتھ سے دیدوں؟ حیف صد حیف!

نظم

جان جائے مگر نہ جائے آن	واہ رے ڈھیٹ واہ رے شیطان
آن والے ذرا اِدھر دیکھیں	آن کو اپنی ہاتھ سے چھوڑیں
آن مولا کو بس پسند نہیں	آن والے ہیں حیف دشمنِ دیں
وہی اک آن بان والا ہے	دو جہاں میں وہی نرالا ہے

وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج پس ایک اللہ غنی ہے اور اس کے سامنے سب فقیر ہیں۔ پھر اِس کے بعد جبریل علیہ السلام نے مور کے سر کا تاج پکڑا اور

(پارہ ۲۲ سورۂ فاطر ع ۳)

اُسے کھینچتے ہوئے لے کر چلے۔ مور کی صورت یہ تھی کہ اُس کے بازو چھ تھے جن پر ہزار ہا قسم کے رنگ کھل رہے تھے۔ چنانچہ وہ تمام بازو مور کے چھن گئے صرف دو بازو قائم رہے اور چونکہ ابلیس کو جنت میں لے جانے کے لئے اُس نے پیر دوڑی کی تھی یعنی سانپ کو بُلا کے لایا تھا۔ اِس لئے مور کے پاؤں بالکل جُھلس دیئے گئے۔ چنانچہ ناچتے ناچتے جب یہ اپنے پیروں کو دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے۔ غرضکہ مور کو جنت سے نکال دیا اور پھر سانپ کو آگے لائے جس کے زَبَرْ جَدْ کے بنے ہوئے اونٹ کی برابر چار پاؤں تھے جن پر آفتاب کی طرح بے انتہا رنگ چمکتے تھے اور دانت اُس کے خوشۂ مروارید کی مانند دمکتے تھے اور زبان مُشک کی بنی ہوئی تھی اور پیٹھ چاندی کی تھی اور پیٹ سونے کا تھا اور سر یاقوتِ سُرخ کی طرح درخشاں تھا۔ چنانچہ وہ تمام صورت سانپ کی مسخ کردی گئی اور پاؤں جن سے کہ شیطان کو جنت میں لے گیا تھا بالکل چھن گئے۔ اور جس مُنہ میں کہ لعین کو بٹھایا تھا اُس میں زہر بھر کر جنت سے پھینک دیا گیا اور ساتھ ہی اِس کے سانپ سے یہ بھی کہدیا گیا کہ آج کے بعد تو ہمیشہ کے لئے پامال کیا گیا اور بجائے جنت کے میوؤں کے زمین کی مٹی تیری غذا کردی گئی۔

نظم

سانپ اور ابلیس اور جنت کا مور
قربِ حق سے تینوں پھٹکارے گئے
کردیا جنت سے باہر اُنکو بس
سانپ کا دشمن ہوا اُس دن سے مور

آج تینوں بن گئے مالک کے چور
گرزِ لعنت اُن پہ پس مارے گئے
بلکہ دُنیا کا دیا اُن کو قفس
خود پکڑتا ہی وہ بڑھ کر اپنا چور

ہڈیاں تک اس کی جاتا ہے نگل
کیونکہ قربِ حق میں ڈالا ہے خلل

آدمؑ کا جنّت سے نکلنا

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا - یعنی کہا رب العزت نے کہ، اترو تم دونوں یہاں سے ایک ساتھ۔

کتبِ تفاسیر و تواریخ میں مرقوم ہے کہ جب ابلیسِ لعین اور سانپ جنّت سے نکل گئے تو حضورِ خداوندی کا حکم صادر ہوا کہ اے ملائکہ آدم کو شاخِ درخت سے کھولو اور انہیں بھی جنت سے نکال دو! آہ یہ حکم ایسے صاف حرفوں میں آیا۔ جس کو آدم و حوّا نے اپنے کانوں سے سنا اسی وقت آدمؑ کی ایک چیخ نکل گئی اور زار و قطار روتے ہوئے کہا۔

نظم

تو نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو بنایا اے کریم	تختِ جنّت پر مجھے لاکر بٹھایا اے کریم
تاجِ شاہی پھر مرے سر پر رکھا فردوس کا	اور مسجودِ ملائک پھر بنایا اے کریم
علم سے ممتاز پھر مجھ کو کیا اے کبریا	جنّت الفردوس کا مالک بنایا اے کریم
پھر مجھے حوّا سی نعمت دی خداوندِ جہاں	فضل پھر مجھ پر ترا کیا کیا نہ چھایا اے کریم
ہائے یہ کیا سُن رہا ہوں آج اپنے کان سے	"خُلد سے باہر کرو آدم کو" ہا ہا اے کریم

چنانچہ آدمؑ کی اِس فریاد و فغاں کے جواب میں پھر وہی حکم صادر ہوتا ہے کہ اے ملائکہ! آدم کے سر کے بال پکڑو اور انہیں کھینچتے ہوئے لیجاؤ اور بہشت سے نکالدو! آدم نے یہ اور زیادہ عتاب آمیز حکم بھی اپنے کانوں سے سُنا اور سنتے ہی۔

نظم

بندھ گئی آدمؑ کی ہچکی ہوش پراں ہو گئے	جان ہی قالب میں گویا جسم بے جاں ہو گئے

اک شجر کو پھر لپٹ کر رو دیئے زار و قطار
بولے اے مولا کہاں ہے مجھ میں طاقت ہجر کی
جنکے رونے پر ملک جنت کے گریاں ہو گئے
میرے اعضا تیرے اِس کہنے سے بیجاں ہو گئے

چنانچہ آدمؑ کی اِس گریہ وزاری پر بھی وہی حکم صادر ہوا جو پہلے ہوا تھا کہ اے ملائکہ آدمؑ کو پکڑ وا اور انہیں ذلت کے ساتھ جنت سے نکال دو! القصہ ملائکہ آدمؑ کو پھر لے کر چلے جنہوں نے چلتے چلتے پھر ایک درخت کو لپٹ کر نہایت گریۂ زاری سے رونا شروع کیا جس میں اُنہوں نے یہ فریاد کی۔

نظم

تیرا وعدہ تھا الٰہ العالمیں
نوحؑ پیغمبر کے صدقہ رحم کر
واسطہ ادریسؑ کا اے کبریا
بخش ابراہیمؑ پیارے کے طفیل
واسطہ موسیٰ کلیم اللہ کا
عرش سے ملتا ہے بس وہ ہی جواب
خاطی و مجرم پہ جنت ہے حرام

تیرے فرزندوں میں ہوں گے مرسلیں
مہر کی ہو اپنے بندے پر نظر
عفو فرما بخش دے میری خطا
رحم کر یا لو واسطہ اصحابِ ذیل
واسطہ عیسیٰؑ مسیح اللہ کا
خُلد سے باہر کرو اِن کو شتاب
بلکہ یہ گویا ہے وقتِ انتقام

ملائکہ نے آدمؑ کو پھر درخت سے چھڑایا اور انہیں لے کر چلے تھوڑی دور چل کر آپ پھر ایک درخت سے چمٹ گئے اور اِس دفعہ آپ نے وہ جگہ خراش نوحہ شروع کیا جس کے سننے کی فرشتوں کو بھی برداشت نہ رہی اور وہ بھی سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔

نوحۂ مقبول

ایک ہے تو اے خدائے دو جہاں
تیری کُن میں ہے ہر اک شے کا ظہور
تو ہی ہے بس مالکِ کون و مکاں
نہ تری سرکار ہے ربِّ غفور

وہ تیری قدرت ہے اے ربُّ العلےٰ | ذرّہ ذرّہ کلمہ پڑھتا ہے ترا
تو ہی ہے چودہ طبق میں اے کریم | تو ہی ہے ہر لق و دق میں اے کریم
سننے والا خُلد میں اور نار میں | ہر زباں میں اور ہر گفتار میں
رحم فرما مجھ پہ اے ذاتِ الٰہ | حال میرا ہو رہا ہے بس تباہ
تھا ترا وعدہ الٰہ العالمیں | تیرے فرزندوں میں ہونگے مُرسلیں
اِن میں ایک فرزند ہونگے مصطفےٰ | اسم احمد ہونگے وہ صلِ علیٰ
ہونگے وہ سرتاج کُل مخلوق کے | مرتبے میں سب رسولوں سے بڑے
ہوں گے وہ تیرے حبیب اے کبریا | تیری رحمت اُن پہ برسے گی سدا
رحم کر مجھ پر بحقِ مصطفےٰ | بخش دے اللہ تو میری خطا

(دعائے مقبول۔ درود مقبول اور سیرت مصطفیٰ پڑھئے)

آدمؑ کی توبہ

لکھا ہے کہ جب آدمؑ کی اسقدر ذِلّت و رسوائی ہوچکی تو پھر اللہ نے اُن کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اُن کو توبہ کے الفاظ اِلقا ہوئے چنانچہ اللہ جل شانہٗ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ یعنی اس کے بعد آدمؑ نے اپنے رب سے چند الفاظ سیکھ لئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ اُن پر توجہ فرمائی۔ یعنی توبہ قبول کر لی۔ دوسری جگہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (یعنی پھر جب انہوں نے معذرت کی) تو اُن کو اُن کے رب نے مقبول بنا لیا سو اس پر توجہ فرمائی اور راہِ راست پر قائم رکھا۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں آدمؑ اور حوّاؑ کے توبہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ یعنی دونوں کہنے لگے کہ

(۱ پ۱ البقرہ ع۴ آیۃ ۱۰) (۲ پ۱۶ طٰہٰ ع۷ آیۃ ۱۱) (۳ پ۸ الاعراف ع۲ آیۃ ۱۲)

اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے۔ اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا چنانچہ جیساکہ ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ یعنی بیشک وہی ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان۔

(پ ۱ - ع ۴ - بقرہ - ۱۲۸)

اللہ تعالےٰ کی جناب میں آدمؑ و حوّا کی توبہ قبول ہوئی اور حضورِ ربُّ العزّت میں اُن کا نوحہ پسند آیا۔ اور کیوں نہ پسند ہوتا۔ جنابِ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ دعائے مقبول کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انسان اللہ پاک کی تعریف اور اُس کی صفت و ثنا بیان کرے پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر اپنا مُدعا پیش کرے یقیناً وہ دعا قبول ہوگی۔ دعا کا پچھلا طریقہ آدمؑ کا اسی لحاظ سے تھا فوراً دعا قبول ہوئی اور اُسی وقت فرشتوں کے نام حکم آیا کہ اے فرشتو! آدم کے ساتھ نرمی کرو اور کسی طرح کی سختی نہ کرو! کیوں کہ اُس نے ہماری صفت و ثنا بیان کی ہے اور ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے اور اُن کا واسطہ دیا ہے جن کو ہم نے روزِ ازل میں شفیع المذنبین لکھا ہے پھر فرشتوں کے ذریعہ آدمؑ کو حکم ہوا کہ اے آدمؑ اب تم زمین پر جاؤ کہ ہم تمہیں وہاں کی خلافت دیں گے۔ اور اپنی قدرت کے عجائبات ظاہر کریں گے قُلْنَا اهْبِطُوْا یعنی کہا اُترو (تم زمین پر) اور پھر فرمایا۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ یعنی تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور وہاں ایک وقت تک نفع حاصل کرنا ہے۔ آدم نے عرض کیا کہ خداوندا میں زمین پر جاتا ہوں مگر ساتھ ہی اِس کے تیری سرکار میں یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ اول تو میری توبہ قبول کیجائے اور دوسرے اعزاز کے ساتھ دوبارہ جنت میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا جائے۔

(پ ۱ - ع ۴ - البقرہ - ۲۶)

چنانچہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے توبہ قبول کرنے اور دوبارہ جنت میں لانے کا وعدہ

کیا گیا تو آپ آدمؑ نے اُن ملائکہ کی طرف دیکھا جو آپ کو جنت سے نکالنے کے لئے آپ کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ آدمؑ نے پھر آنسو بہاتے ہوئے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا۔ اے جبرائیلؑ زمین پر میرے ساتھ کون جائے گا؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہی گیہوں کا درخت جس کی وجہ سے تم جنت سے نکالے گئے۔ زمین پر تمہارے ساتھ جائے گا؛ یہ سنکر آدم کی ہچکی بندھ گئی اور اسی حالت میں حضرت جبرئیل سے کہا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت بھی دے سکتے ہو کہ میں قربِ رحمٰن سے الوداع کرلوں اور فرشتوں سے الوداع کرلوں اور پیاری جنت پر ایک آخری نظر ڈال سکوں کہ پھر خدا جانے یہاں آنا میسر ہو یا نہ ہو چونکہ فرشتوں کو نرمی کا حکم مل ہی چکا تھا اِس لئے حضرت جبرائیل نے اجازت دے دی تو آدمؑ نے وہاں کی ایک ایک چیز کی طرف دیکھکر الوداع کہتا اور رخصت ہونا شروع کیا۔

الوداعِ جنت

الوداع قربِ خدا و قربِ رحمت الوداع
اے ملائک آہ اے نوری جماعت الوداع
الفراق اے قربِ حق میں رہنے والو السلام
اے فرشتو دیکھنا خاطی نہ کہنا مجھکو تم
چھوڑتا ہوں آج اے جنت تجھے اِس حال میں
دل بھر آتا ہے تیری ہر روش پر اے نعیم
آہ اک کہرام تھا جنت میں اُس دم چارسُو
روئے آدم کی فرقت میں فرشتے زار زار
آدمی کو کیا ہر اک شے کو رُلائے اے حد آہ

آہ اے عرشِ عظیم وجاہ و رفعت الوداع
الفراق و الوداع اے پاک خلقت الوداع
السلام اے ساکنینِ خُلد و جنت الوداع
بھولنا ہرگز نہ یہ میری مصیبت الوداع
بھر رہی ہے ہر رگ و ریشہ میں حسرت الوداع
ہر قدم ہر سانس دکھلاتا ہے فرقت الوداع
گویا تھی ہر سمت سے آوازِ جنت الوداع
کرتے تھے وہ آخری صاحب سلامت الوداع
خون کے آنسو بہائے دردِ فرقت الوداع

پھر حضرت آدمؑ نے ملائکہ کی طرف منہ کرکے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَامَلَائِکَۃَ اللہ فرمایا۔ یعنی میرے معبود کے پیارے فرشتو! تم پر میرا آخری سلام ہے اور اب میں تم سے جدا ہو کر زمین پر جاتا ہوں اور تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مگر میری ایک وصیت ہے اُسے اللہ کے لئے ضرور یاد رکھنا وہ یہ کہ مجھے عاصی غاید نہ کہنا بلکہ عاصی ناسی کہنا کیونکہ مجھ سے دانۂ گندم کھانے کی تقصیر عمداً یا جان بوجھ کر نہیں ہوئی یہ کہہ کر آپ جنت سے رخصت ہوگئے۔

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں	خوش رہو اہلِ اِرم ہم تو سفر کرتے ہیں

آدمؑ کا زمین پر آنا

کوچ ہے خلدِ بریں سے آج اُس ذی جاہ کا	قافلہ جاتا ہے کیا آدم صفی اللہ کا
دستِ قدرت نے بنایا جس کو اپنے ہاتھ سے	آج وہ معتوب ہوتا ہے ذرا سی بات سے
پڑ رہی ہے ہر روش پر آج حسرت کی نظر	آنسوؤں کا آنکھ سے دریا رواں ہے سربسر
آج وہ قیدی ہیں اور گھیرا ہے اُنکے چارسو	یہ بھی اک قدرت دکھاتا ہے ہمیں اللہ تو
داخلہ کس شان و شوکت سے ہوا تھا آپ کا	آج آدم کیوں نکلتے ہیں یہ آہ و بکا
خلد سے باہر ملائک اُن کو لے آئے ستم	چھا گیا چاروں طرف سے حضرت آدمؑ پہ غم
دیکھیئے کیا رنگ لائے آج وہ غم کی گھٹا	پتلہ آدم پہ جس کا مدتوں تک مینہہ پڑا

لکھا ہے کہ ملائکہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو الگ الگ اور شیطان اور مور اور سانپ کو جدا جدا زمین پر لائے چنانچہ آدمؑ کو ملکِ ہندوستان میں سنگل دیپ کے پہاڑوں پر اُتارا۔ اور حواؑ کو ملکِ عرب میں جدے کے میدان میں اُتارا جہاں سے پیارے خاوند کا مقام یعنی سنگل دیپ تقریباً پانچہزار میل دُور ہوگیا۔ مگر شیطان کے

جائے نزول میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بصرے کے میدان میں چھوڑا گیا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ پھینکا گیا۔ اور مور کو ایک روایت میں حبش کے جنگل میں اور دوسری روایت میں کابل کے پہاڑوں پر چھوڑا اور سانپ کو صفہان یا خارش کی سرزمین پر پھینکا۔ اور آج سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شیطان اور انسان، سانپ اور مور کے درمیان عداوت ڈال دی گئی۔ اب سنئے حضرت آدمؑ علیہ السلام جس حلقۂ ملائکہ میں تھے۔ وہ نوری جماعت ایسی مقرب تھی جس کے سردارِ قافلہ حضرت جبرائیلؑ تھے۔ جو آدمؑ کو زمین پر پہنچانے آئے تھے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کو سنگل دیپ کے پہاڑوں پر تنِ تنہا چھوڑ کر جب حضرت جبرائیلؑ رخصت ہونے لگے تو آدمؑ نے اُن کا دامن پکڑ لیا اور سخت آہ و بکا کرتے ہوئے کہا:-

نظم

مجھکو تنہا چھوڑ کر جاتے ہو کیا	داغِ فرقت اور دکھلاتے ہو کیا
کِس طرح زندہ رہوں گا میں بھلا	یہ اندھیرا بَن یہ تنہائی سوا
یہ کہو اب کب ملوگے آ کے تم	ہو گیا ہوں کیونکہ میں رحمت سے گم
بھولے بسرے یاد کر لینا مجھے	ہچکیاں بے لیکے لیں رُونے لگے
بولے جبریلِ امیں آدمؑ سُنو!	آج کل مولا کے تم معتوب ہو
ذاتِ مولا تم سے جب بیزار ہے	پھر ہمیں تم سے نہ کچھ درکار ہے
تم اگر تنہا رہو تو کیا غرض	تم اگر رویا کرو تو کیا غرض
عاصیوں سے ہم کو کچھ مطلب نہیں	ہم ہیں بندے خائفین و خاشعین
کہہ کے یہ دامن چھڑا غائب ہوئے	ہاتھ ملتے آہ، آدمؑ رہ گئے

آدمؑ پر مصائب

اس طرح آدمؑ نے دُنیا میں رکھا پہلا قدم		ہر قدم حُزن والم ہر سانس صدمہ اور غم

دُنیا میں قدم رکھنا انسان کے لئے کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ بلکہ ایک امتحان کے گھر میں داخل ہوتا ہے یہیں جینا ہے اور یہیں مرنا ہے اور پھر یہیں سے دوبارہ جی اُٹھنا ہے۔ جیساکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝ یعنی۔ فرمایا اللہ ربُ العزت نے کہ، تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے اور وہیں مرنا ہے اور اُسی میں سے پھر (دوبارہ) پیدا ہونا ہے۔ جس کی نسبت آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلدُّنْيَا دَارُ الْمِحْنَتُ وَالْبَلَاءِ یعنی دُنیا میں قدم رکھنا فی الحقیقت ایک محنت و مصیبت کے گھر میں داخل ہونا ہے۔ غرضکہ حضرت جبرئیلؑ آدمؑ کو زمین پر چھوڑ گئے اور اب حضرت آدمؑ کی کیفیت یہ ہے کہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے اور کہیں دنیا کے اندھیرے اور اس کی بدبُو سے ازخود رفتہ ہو جاتے ہیں اور کہیں بیہوش ہو جاتے ہیں جہاں کوئی مونس ہے نہ ساتھی نہ کوئی ہمدرد نہ ہم جنس یہانتک کہ کوئی ذی روح یا جانور تک نظر نہیں آتا ہے محض سُنسان لق و دق میں اکیلے ڈکرا رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب زمین پر اُترے ہیں تو عصر کا وقت تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سورج جس نے دُنیا کو روشن کر رکھا تھا مغرب کی طرف جُھک کر غائب ہوگیا اب ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا۔ یہ پہلا روز ہے کہ حضرت نے اندھیرے کی صورت دیکھی ورنہ اِس سے پہلے آپ آسمانوں پر تھے یا جنت میں جہاں بغیر چاند سورج کے قدرت کے نور سے ہر وقت روز روشن اور ہر آن دن نکلا ہوا تھا

(دنیا۔ الاعراف۔ ع۲۔ آیۃ ۱۵)

اور کبھی آپ نے اندھیرے کی صورت نہیں دیکھی تھی اور پھر اس رات کے اندھیرے میں خونخوار درندوں کی دہشتناک آوازیں آدمؑ کے کانوں میں آنی شروع ہوئیں جس سے آپ نہایت اندیشہ ناک مصیبت میں مُبتلا ہوئے پھر تھوڑے عرصہ میں آپ نے دیکھا کہ وہی سورج کی ٹکیا جو مغرب میں غائب ہو گئی تھی مشرق کی طرف سے پھر طلوع کر آئی۔ پس اِس حالت میں آپ نے ایک دو دن نہیں گذارے بلکہ اِسی حالت میں آپ کو تڑپتے اور پھڑکتے پورے سَو برس کا زمانہ گذارا جس میں علاوہ تنہائی اور کس مپرسی کے دوسری طرح کی سرزنش بھی آدمؑ پر ہوتی رہی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ بعض ساکنان زمین یعنی وحوش وطیور یا جانوروں کے نام ارشادِ خداوندی ہوتا تھا کہ ہمارے بندے آدمؑ کے پاس جاؤ اور مزاج پُرسی کرتے ہوئے اُن کی تنہائی رفع کرو! پس آدمؑ کے پاس جانور جوق در جوق آتے اور اُن کی مزاج پُرسی کرتے۔ لیکن جب وہ آدمؑ کو دیکھتے کہ وہ اِسی طرح اپنا منہ زمین پر ڈالے انتہائی گریہ وبکا میں مصروف اور گویا سخت امتحانی حالت میں ہیں تو یہ حالت دیکھ دیکھ کر وہ جانور دُم اُٹھا اُٹھا کر بھاگ جاتے ہیں اور بھاگتے ہیں وہ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ آدم! تو کوئی بڑی بھاری نافرمانی میں مبتلا ہو کر اِس حال کو پہنچا ہے۔ ہمیں دہشت معلوم ہوتی ہے کہ مبادا تیرے پاس بیٹھنے سے کہیں ہم پر کوئی بلا نازل نہ ہو جائے اِس لئے ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ سے کہ وہ ہمیں کسی بُرے کی صحبت نہ بٹھائے۔ آدمؑ گو اپنا منہ زمین پر ڈالے پڑے ہیں اور زار وقطار رو رہے ہیں لیکن جنگل کے وحشی جانوروں اور پھاڑنے والے درندوں سے یہ دل چاک کرنے والے فقرے سن سنکر اور زیادہ گھائل ہو جاتے ہیں۔ اور نہایت دریغ کے ساتھ خُدا کی جناب میں آہستہ آہستہ عرض کرتے ہیں :-

نظم

آسماں والوں کے طعنے میں سنوں
یا زمیں والوں کے سُنکر جی سکوں

آسماں والوں میں خاطی میں ہوا
کیا زمیں والوں میں بھی مجرم بنا

کی خطا میں نے اگر افلاک پر
کیا بگاڑا وحشیوں کا خاک پر

بھاگتے ہیں مجھ سے نفرت کھا کے یہ
طعنہ زن ہوتے ہیں کیوں آ آ کے یہ

مجھ کو اے مولا نہ کر اتنا ذلیل
یہ درندے اور مجھ پر قال و قیل

ہوں تری درگاہ سے میں شرمسار
رحم فرما مجھ پہ اے پروردگار!

انتہا اِس سرزنش کی ہو چکی
بندۂ ناچیز پر بس حد ہوئی

رحمتِ یزداں کو بس حرکت ہوئی
تاب وہ بھی یہ نہ سُنکر لا سکی

"آسماں والوں کے طعنے میں سنوں
یا زمیں والوں کے سُنکر جی سکوں"

عرش سے جبریلؑ کو آیا خطاب
بخشتا ہوں اب میں آدم کو شتاب

جاؤ جلدی بندۂ آدمؑ کے پاس
آج بے حد ہو گئی ہے اُس کو یاس

وہ نہ توڑے رشتۂ اُمید کو
جا کے تم آدمؑ کو اطمینان دو

یہ کر توبہ آپ کی ہوگی قبول
دو نہ اِس فریادِ بے غایت کو طُول

آج کا رونا تھا کچھ اس درد کا
جس سے بس عرشِ معلّےٰ ہل گیا

چنانچہ یہ حکم خداوندی ملتے ہی حضرت جبریل علیہ السلام پیارے آدمؑ کے پاس پہنچے اور آتے ہی حضرت آدمؑ کو بشارت و خوشخبری سنائی اور کہا کہ اے آدمؑ اُٹھو اکر یہ صبح نورانی کا وقت ہے۔ دو رکعت نمازِ شکریہ ادا کرو! ایک رکعت اِس صلے میں کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ فرقت اور کس مپرسی کی ظلمت دُور فرمائی اور

دوسری رکعت اِس صِلے میں کہ اُس نے صبح وصلت اور نوید قربت عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ پس یہ کلام مسرت انجام سنتے ہی حضرت آدمؑ کے قالب میں گویا دوبارہ جان آگئی اور وہ فرطِ خوشی میں جھوم جھوم کر فرمانے لگے۔

نظم

وصل کا مژدہ ملا فرقت گئی ۔۔۔ وہ ڈرانی ہجر کی صورت گئی
رحمتِ یزداں نے پھر مجکو لیا ۔۔۔ قربِ رحمت پھر مجھے حاصل ہوا
شکر ہے تیرا الٰہ العالمیں ۔۔۔ سننے والا ایک تو ہے بالیقیں
بخشنے والا ہے آدمؑ کی خطا ۔۔۔ واقعی تو ہے بڑا مشکل کُشا

قدرِ عافیت نہیں ہوگی اسے
جب تلک انسان نہ آفت میں پڑے

نمازوں کی ابتدا

آغاز نمازوں کا نمازوں کی شروعات ۔۔۔ واللہ مسلمانوں کی پہلی ہے یہ سوغات

دُنیا میں سب سے پہلی صبح کی نماز حضرت آدمؑ نے پڑھی جو اُن کی اولاد کے لئے پہلا سبق یا پہلی سوغات ہوئی۔ اِس کے بعد ظہر کی نماز سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی اور اُس موقع پر پڑھی جب کہ اُنہیں پیارے فرزند اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ اور وہ اُنہیں ذبح کرنے کے لئے مکّے کے پہاڑوں میں لے کر چلے گئے وہ عینِ زوال کا وقت تھا یا ٹھیک دوپہر تھی۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ

نے اپنے نورِ عین ننھے سے اسمٰعیل کے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھ کر جب زمین پر لٹایا اور چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر کے نورِ نظر کے حلقوم پر چلایا۔ اور چھری نے کام نہ دیا تو حضرتِ خلیل اللہ نے اس کی نوک پیارے فرزند کے گلے پر رکھکر اپنی چھاتی کا سارا زور اس پر دیدیا۔ یہ منظر دیکھکر آسمانوں کے فرشتے چلّا اُٹھے اور اُدھر دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آگیا اور اُسی وقت بموجب حکمِ ربی حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک دُنبے کر آئے اور ابراہیم خلیل اللہ کی پشت پر آکر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ بلند کیا۔ خلیل اللہ نے مڑ کر دیکھا کہ جبرئیلؑ ایک دُنبہ لئے کھڑے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے خلیلؑ! اللہ تعالیٰ اسمٰعیلؑ کی طرف سے سفارش کرتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ اِسے چھوڑ دو۔ اور اِس کے بدلے میں یہ دُنبہ ذبح کر لو! یہ سُنکر حضرت ابراہیمؑ اللہ اکبر کہہ کر نماز شکریہ کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور چار رکعت مولائے کریم کی حضوری میں اُسی وقت ادا کیں جو مسلمانوں کے لئے دوسرا سبق یا دوسری سوغات ہوئی۔ اِس کے بعد عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی اور یہ وہ وقت تھا کہ آپ کو مچھلی اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ساتوں زمینوں کے نیچے تحت الثریٰ میں پہنچ چکی تھی اور وہاں کے اندھیروں میں یونسؑ نے مہین مہین آواز تسبیحِ الٰہی کرنے کی سنی اور عرض کیا کہ خداوندا! میں اِس وقت کہاں ہوں اور یہ کس کے تسبیح کرنے کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے یونسؑ تم اس وقت انتہائی سمندر کی تہ میں تحت الثریٰ میں پہنچ چکے ہو جہاں کی مہین مہین کنکریاں یا سنگریزے ہماری تسبیح ادا کر رہے اتنا سنتے ہی حضرت یونس پر ایک رقّت طاری ہوئی اور اُسی وقت آپ اُس مچھلی کے پیٹ میں جو آپ کے لئے ایک وسیع جگہ بن گئی تھی اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور چار رکعت نماز ادا کی اور پھر لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ

(دیکھئے ملت ابراہیم)

(پارہ ۱۷ - الانبیاء - ع ۶ - آیۃ ۱۲)

اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا نعرہ بلند کیا۔ اِس کے یہ معنی ہیں کہ اے چودہ طبق کے معبود! سوائے تیرے کوئی پرستش کے قابل نہیں۔ اور میں نے فی الحقیقت بڑا ظلم کیا ہے۔ اُس وقت مچھلی کا پیٹ آپ کے لئے مثل شفاف آئینہ کے ہوگیا تھا جس سے آپ نے تمام عالمِ آبی کی سیر فرمائی غرض کہ یہ چار رکعت نمازِ عصر سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے ادا کی جو مسلمانوں کے لئے تیسرا سبق یا تیسری سوغات ہوئی۔ (دیکھئے۔ قصۂ یونسؑ۔ نماز مسلم، جمعہ کی نماز)

اِس کے بعد مغرب کی نماز سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی لکھا ہے کہ مسیح پاک فطرت و پاک طینت نے توریت اور انجیل ماں کے پیٹ میں ہی پڑھی اور پیدا ہوتے ہی ماں کی گود میں کلام کیا۔ جس سے اہلِ ضلالت کو سخت تعجب ہوا اور وہ بالاتفاق کہنے لگے کہ کوئی فرزند بغیر باپ کے نہیں پیدا ہوتا۔ اگر اِس فرزند کا کوئی باپ انسان نہیں ہے تو نعوذ باللہ خدا اِس کا باپ ہے۔ حالانکہ وہ بھی جانتے تھے کہ آدمؑ بالکل بغیر ماں باپ کے صرف مٹی سے پیدا ہوئے اور حوا بے ماں کے محض آدم کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں۔ خلاصہ یہ کہ وحدانیت سے اُن کا دل سیر ہو گیا۔ اور وہ ایک کے تین پکارنے لگے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل پیارے مسیح کے پاس آئے جبکہ وہ ماں کی گود میں اپنی قوم سے کلام کر رہے تھے اور اپنے آپ کو اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ یعنی اللہ کا بندہ بتا رہے تھے۔ اُن سے حضرت جبریل نے آکر کہا کہ اے مسیح! لوگ آپ کو بغیر باپ کے پیدا ہونے اور ماں کی گود میں باتیں کرنے کی وجہ سے خدا کا بیٹا کہیں گے اور تمہاری ماں کو خدا کی بیوی ٹھہرائیں گے اور دنیا میں وہ بجائے ایک کے تین خدا پکاریں گے حالانکہ خدا کی ذاتِ عالی اِن تمام باتوں سے پاک ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت مسیح کھڑے ہو گئے اور حضورِ خداوندی میں تین رکعت نماز ادا کی جو عین مغرب کا وقت تھا اور اُس نماز میں آپ نے اللہ پاک سے عفو و رحمت طلب

کی اور تین رکعت نماز آپ نے اس نیت سے پڑھیں کہ پہلی رکعت میں دعوائے ربوبیت و خداوندی اپنے سے دور کیا کہ اے خدائے واحد و صمد بے شک تو ہی اکیلا معبود ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ دوسری رکعت سے آپ کی یہ مُراد تھی کہ اُلوہیت والدہ کی نفی ہو۔ تیسری رکعت سے یہ مطلب تھا کہ تمام اطاعت و عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور وہی ایک وحدہٗ لاشریک ہے۔ (دیکھئے معجزاتِ مسیحؑ)

غرضکہ یہ مغرب کی نماز سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی۔ جو مولا کو بیحد پسند آئی اور ایمان والوں کے لئے یہ چوتھا سبق یا چوتھی سوغات ہوئی۔ اِس سے پہلے عشار کی نماز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ادا کی۔ جب آپ حضرت شعیبؑ کی خدمت بجا کر اور اپنی بیوی کو اُن کی اجازت سے لے کر شہر مَدیَن سے چلے تو میدان طوبیٰ میں پیارے موسیٰ علیہ السلام پر چار قسم کا امتحان آیا۔ ایک یہ کہ سردی کا موسم رات کا وقت جس میں شدت کی بارش اور اولے اور ہوائے تند شروع ہو گئی دوسرے یہ کہ آپ کے ساتھ کئی ہزار بکریاں تھیں جو اُس طوفانِ باد و باراں میں سب پراگندہ اور منتشر ہو گئیں تیسرے یہ کہ آپ کی بیوی پورے دنوں سے تھیں جن کو اِسی حالت میں دردِ زِہ لاحق ہو گئے۔ چوتھے یہ کہ اُسی حالت میں بچہ بھی پیدا ہو گیا۔

نظم

کپ کپا جاتا ہے جس سے بال بال
سُن نہیں سکتے ہیں ہم موسیٰؑ کا حال

کیسی گذری تم پہ موسیٰؑ! اُس گھڑی
آہ جب چاروں طرف سے آ پڑی

بکریاں رو گئیں کہ بارش سے بچیں
برف سے مامون کیونکر ہو سکیں

پاس بیوی کا کریں بچے کو لیں
آخرش بندے میں مولا کیا کریں

چیخ اُٹھے ساکنانِ آسماں
آج موسیٰؑ پہ جو دیکھا امتحاں

دِل ہلے جاتے ہیں موسیٰؑ کیلئے
غم پہ غم پلتے ہیں موسیٰؑ کے لئے

آج استقلال موسیٰؑ آپ کا		دیکھئے دیتا ہے کیسا مرتبا

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام اس امتحان میں مبتلا ہیں کہ اسی وقت سامنے پہاڑ کی چوٹی پر سے اِک آگ نظر آتی ہے جس کو لینے کے لئے حضرت موسیٰؑ پہاڑ کی طرف دوڑتے ہیں پھر جب اُس آگ کے قریب پہونچتے ہیں تو اُس آگ میں سے آواز آتی ہے:۔ اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ یعنی اے موسیٰؑ! یہ آگ نہیں ہے بلکہ میں ہوں تمہارا پروردگار جسے سُنکر موسیٰؑ وجد میں آجاتے ہیں اور اسی وقت آپ چار رکعت نماز ادا کرتے ہیں جو مسلمانوں اور ایمان والوں کے لئے پانچواں سبق یا پانچویں سوغات ہوتی ہے۔ (دیکھئے جلوۂ طور)

نظم

نمازوں کی یہ ابتدا ہے جناب		جسے چھوڑے بیٹھے ہیں سب شیخ و شاب
پڑھی سو میں دو نے تو بس کیا پڑھی		مسلمانوں افسوس یہ کچھ نہ کی
ذرا پہلے حکم پیمبرؐ سنیں		تو پھر بعد میں ذکرِ آدمؑ کو لیں

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ کہ جس نے ایک وقت کی نماز جان بوجھ کر نہ پڑھی وہ کافر ہوگیا۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ۔

رزق کے اسباب

جب حضرتِ آدمؑ نے بموجب القائے ربی یہ مناجات کی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ یعنے اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ خداوندا اگر تو نے مجھے معافی نہ دی اور میرے اوپر رحم نہ فرمایا تو میں نہایت خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا

(پ ۸۔ ر ۹۔ اعراف ع ۲)

چنانچہ اِس مناجات پر آدمؑ کی خطا بخشی گئی۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آپکو یہ بشارت سُنائی کہ اے آدمؑ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحم فرمایا اور آپ کے قصور کو معاف فرمادیا۔ چنانچہ یہ مژدۂ جانفزا سنتے ہی حضرت آدمؑ کی جان میں جان آئی اور اُن کو اب جسمانی حس یعنی بھوک پیاس سردی گرمی معلوم ہونی شروع ہوئی ورنہ اِس سے پہلے سوائے آہ و بکا اور سوائے فریاد و فغاں کے اور کچھ کام نہ تھا چنانچہ اُسی وقت آدمؑ نے کہا مجھے کچھ عجیب بےچینی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا بیان کیجئے کیا بےچینی ہے۔ آدمؑ نے کہا کہ ایسا گمان کرتا ہوں کہ میرے گوشت اور پوست میں کچھ چیونٹیاں سی چلتی ہیں جس کو میں ٹھیک لفظوں میں ادا نہیں کرسکتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ یہ کیا بےچینی ہے؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اے آدمؑ اِسے بھوک کہتے ہیں۔ اور یہ تمہیں بھوک لگ رہی ہے۔ پھر آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ بھوک کس طرح اور کیونکر رفع ہو؟ حضرت جبریلؑ نے کہا کہ میں اِس کی تدبیر کرتا ہوں یہ کہہ کر پیارے آدمؑ کی نظروں سے غائب ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے اور ایک تھیلی لاکر حضرت آدمؑ کو دی جس میں تین دانے گیہوں کے تھے اور پھر فرمایا کہ اے آدمؑ! اس میں دو دانے تمہارے حصّے کے ہیں اور ایک دانہ حوّا کے حصّے کا ہے۔ چنانچہ اُسی حساب سے مرد و عورت کی میراث ہمیشہ کے لئے تقسیم کی گئی جیسے قرآن مجید میں مولا ارشاد فرماتا ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ؕ یعنی مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصّہ اور یہ اُس کا بدلہ ہے کہ حوّا نے گیہوں کا ایک دانہ شیطان کے کہنے سے بغیر خاوند کے دکھائے وہیں توڑتے ہی کھالیا تھا نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اُس وقت ہر ایک دانۂ گندم کا وزن ایک سو اٹھاسی درم تھا غرضکہ وہ تھیلی حضرت آدمؑ نے اپنے ہاتھ میں لی اور بھوک کی بےچینی میں دریافت کیا کہ اے جبریل! کیا میں اپنے حصّے کے دو دانے کھالوں؟

(پ۴۔ النساء۔ع۲۔ ۱۱)

حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ انہیں اپنے پاس رکھو اور اس سے گونا اطمینان رہے گا۔ کھانا اُس وقت جب حکمِ الہٰی ہو۔ یہ کہہ کر جبریل علیہ السلام نظروں سے غائب ہو گئے اور تھوڑی دیر میں آدمؑ کے لئے اور کچھ سامان لیکر آئے جس کی تفصیل عجائب القصص میں اِس طرح مرقوم ہے۔ لال گھاس سیاہ گھاس لوہا۔ ایک اہرن۔ ایک لکڑی۔ دھونکنی۔ ایک زنبور۔ ایک دست پناہ اور دوزخ کی آگ کی چنگاری۔ یہ سب سامان آدمؑ کو لا کر دیا جس میں آگ کی چنگاری تو اُسی وقت حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے نکل گئی اور دریا میں جا پڑی حضرت جبریل اِس چنگاری کو دریا میں سے نکال کر لائے اور پھر آدمؑ کے ہاتھ میں دی چنگاری آدمؑ کے ہاتھ سے پھر نکل گئی۔ یہاں تک کہ سات مرتبہ لا لا کر وہ جہنم کی چنگاری آدمؑ کو دی مگر ساتوں مرتبہ وہ آپ کے ہاتھ سے نکل نکل گئی یہاں ہمارے آقائے نامدار حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ موجودہ دُنیا کی آگ جہنم کی آگ کا وہ حِصّہ ہے جو ایک حِصّہ تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جہنم کی آگ نناوے حِصّے تیز ہے جس کو پورے سات مرتبہ سمندروں میں ٹھنڈا کر کے اور بجھا کے آدمؑ کے پاس لایا گیا تھا پھر بھی وہ آدمؑ کے پاس نہ ٹھہری اور جس جہنم میں سے آئی تھی وہیں جہنم میں پہونچ گئی۔ مگر اپنے تیز اثرات پتھروں میں چھوڑ گئی جس سے آدمؑ اور اُن کی اولاد کا کام چلا۔ (ثمرۂ محنت پڑھو)

نظم

آہ ایسی آگ میں انساں جلے	جس میں یہ شدت ہو اور یہ جوش ہے
جس کی چنگاری میں یہ تیزی بھلا	کیا ٹھکانا اُس کی اِس بہتات کا
چیر کر فرشِ زمیں جو اُڑ گئی	دارِ دنیا میں نہ ہرگز رہ سکی

آدمی اور اس کے انبار و نمیں حیف	اے بشر تو اس کے انگار و نمیں حیف
ہوش جس کو سنتے ہی جاتے ہیں کھو	کس طرح جھیلے گا تو اس آگ کو
کوئلہ ہو جائے گا اک آن میں	قید ہو گا آگ کے زندان میں
مخلصی کی اُس سے کچھ تدبیر کر	اے عقیل و ہوشمند و باہنر

صَنعُت و حِرفُت

رانگ کے ہیں دست و پا جس شخص کے
وہ ذرا غیرت سے یہ قصہ سُنے

آدمؑ کی توبہ قبول ہوتے ہی اُن کے لئے سب سے پہلا جو کام ہے وہ یہ کہ محنت و ریاضت کرے چنانچہ تمام حرفت و ریاضت کا سامان اُنہیں دیا گیا اور اور صاف لفظوں میں بتایا گیا کہ اب محنت کرو اور کھاؤ! کیونکہ بغیر محنت کے دین ملتا ہے نہ دُنیا۔ دین جب سنبھلا کہ جب سو برس اور بعض روایتوں میں تین سو برس تک فراقِ رحمت میں روتے رہے اُس کے بعد دین ملا۔ اور جب کہیں آدمؑ کی خطا بخشی گئی اور اب دُنیا یا اُس کی راحت یا اُس کی شکم سیری اُس وقت میسر آئے گی کہ جب اُس کے لئے کچھ صنعت کرو گے۔ چنانچہ آدمؑ اب محنت و مشقت کا حکم کئے جاتے ہیں جن سے حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اے آدمؑ! یہ گیہوں کے دانے جو میں نے جنت سے لا کر آپ کو دیئے ہیں ابھی اِنہیں کھاؤ نہیں بلکہ اپنے پاس رکھو پہلے آگ جلا کر ہل چلانے کے آہنی اوزار بناؤ! حضرت آدم نے کہا کہ اے جبریلؑ! آگ تو دنیا میں نہیں ٹھہری بلکہ وہ زمین پھاڑ کر اپنے مقام پر جہنم میں پہونچ گئی۔ پس میں آگ جلاؤں تو کیونکر جلاؤں؟ جس کے جواب میں حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے آدم! بیشک آگ اپنے اصلی مقام پر چلی گئی لیکن بحکمِ ایزدی اپنے

اثرات لوہے اور پتھر میں باقی چھوڑتی گئی ہے تم اِن دونوں کو آپس میں ٹکراؤ آگ نکلے گی اور پھر اِس سے کام شروع کرو۔ چنانچہ بموجب تعلیم جبریلؑ حضرتِ آدمؑ نے آگ روشن کی اور پھر اس میں لوہا تپا کر اوزار بنائے اور پھر بموجب تعلیمِ جبریلؑ لکڑی اور لوہے سے ترکیب دیکر کھیتی کیاری کا ہل تیار کیا پھر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ حضرت جبریلؑ اُس وقت دو بیل لائے اور فرمایا کہ اِن بیلوں کو جوڑ کر زمین پر ہل چلاؤ آدمؑ نے ایسا ہی کیا کہ اِتنے میں وہ دونوں بیل مچل گئے کہ اِس سے پہلے اُنھوں نے ہل میں جڑنے کی محنت آنکھ سے بھی نہ دیکھی تھی جن کو آدمؑ نے ایک ایک لکڑی رسید کی اور للکارا وہ اسی وقت صاف لفظوں گویا ہوئے ؎

تم نے کیوں اور کس لئے مارا ہمیں		اور کیوں غصے سے للکارا ہمیں	

آدمؑ

میرے نافرمان جب تم ہو گئے		کیوں نہ آئے پھر کہو غصہ مجھے	

بیل

یاد کیجئے اپنی نافرمانیاں		بعد میں کیجئے گا ہم پر ایں آں	

آدمؑ

سُنتے ہی بیلوں سے یہ حالت ہوئی ہو گئے بیہوش بس آدمؑ وہیں دیکھا آدمؑ کو کہ وہ بیہوش ہیں		روتے روتے آہ ہچکی بندھ گئی آ گئے اتنے میں جبریلؑ امیں سر رکھا زانوں پہ تا تسکیں دیں	

چنانچہ بہت کچھ تسلی و تشفی دیتے ہوئے آدمؑ کو ہوشیار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمؑ! ایک وہ دن تھا کہ ملائکہ تمہیں سجدہ کر رہے تھے اور ایک یہ دن ہے کہ گائے بیل تمہیں طعنے دیتے ہیں۔ پس اے آدمؑ! وہ اعزاز اطاعت

کا نتیجہ تھا اور یہ ذلت نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ پھر اِس کے بعد تمام گائے بیلوں کی نہیں بلکہ روئے زمین کے جانوروں کی زبان بند کردی گئی۔ ورنہ چوپایوں سے انسان ہمیشہ طعنے کھاتے۔ اِس کے بعد وہ بیل آدمؑ کی خدمت میں مصروف ہوئے۔ پھر جب وہ زمین بھربھری اور بونے کے قابل ہوگئی تو آدمؑ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اب کیا کروں؟ حضرت جبریل نے کہا وہ گیہوں کے دانے اِس زمین میں بو دو! آپ نے وہ دانے بو دیئے۔ تھوڑے عرصہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ آدمؑ کے حصے میں گیہوں پیدا ہوئے اور حوّا کے حصے میں جو۔ یہ حال دیکھکر حضرت آدمؑ روئے اور عرض کیا کہ اے خدائے بے نیاز! بیج ایک۔ زمین ایک۔ آب و ہوا ایک پھر میرے حصے میں گیہوں اور حوّا کے حصے میں جو اِس کا سبب کیا ہے؟ فرمان آیا کہ اے آدمؑ! میرے حکم کی نافرمانی پہلے حوّا نے کی اور وہی سب سے پہلے گندم نما اور جو فروش ہوئی۔ یعنی یہ کہ توڑے اُس نے کئی دانے اور بتائے تین دانے۔ پس ہماری درگاہ سے اعمال کی جزا افعال کے موافق ملا کرتی ہے۔ غرضکہ جب وہ گیہوں اور جو کی بالیں کھیت میں تیار ہوگئیں تو آدمؑ نے کہا کہ اب میں اِن گیہوؤں کو کھالوں؟ جبریلؑ امین نے آدمؑ کو کھیت کاٹنے کا طریقہ بتایا۔ جب آپ نے حسب ہدایت وہ گیہوں کاٹے تو چونکہ بھوک کے سبب آپ بے چین تھے۔ دریافت کرتے ہیں کہ اب انہیں کھالوں؟ جواب ملا کہ نہیں ابھی صبر کرو۔ ابھی اِن کے کھانے میں بہت سی باتیں اور بہت سے کام باقی ہیں۔ اے آدمؑ! ان بالوں کو خشک ہونے دو۔ جب یہ خشک ہوگئیں تو اُن کے کچلنے کے لئے او کھلی بنائی اور پھر گیہوں جمع کرکے اُس میں ڈالو اور پھر بموجب تعلیم جبریلؑ آدمؑ نے لکڑی کا موسل بنایا اور اُن بالوں کو کوٹا جن میں سے بھُس اور ڈنٹھل نکلے جن کو الگ کیا اور چُن چُن کر الگ کئے جب گیہوں صاف ہوکر نکل آئے تو پھر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟

فرمایا ابھی اِن کے کھانے میں بہت کام باقی ہے پہلے پتھر کی چکّی بناؤ اور پھر اُس چکّی میں انہیں پیسو! چنانچہ حضرت آدمؑ نے پتھر کی چکی بنائی اور گیہوؤں کو اُس میں پیسا۔ جب اُن کا آٹا ہو گیا تو دریافت کیا۔ کیا میں اِسے پھانک لوں؟ فرمایا نہیں بلکہ اسے گوندھو! غرض کہ آدمؑ نے بموجب تعلیم آٹا گوندھا اور پھر ایک گڑھا کھودا اور تنور بنایا اور جنگل سے لکڑیاں سمیٹ کر لائے اور اُن کو تنور میں جلایا اور پھر اُس گندھے ہوئے آٹے کی گھڑ گھڑ کے ٹکیاں بنائیں اور تنور میں لگائیں جب تھوڑی دیر میں وہ ٹکیاں پک کر تیار ہو گئیں تو چاہتے تھے کہ کھانا شروع کریں کہ جبریل امین نے منع کیا کہ اے آدمؑ تین ساعت دن باقی رہ گیا ہے اتنی دیر اور ٹھہرو کہ سورج غروب ہو جائے اور روزہ کھولنے کا وقت آجائے۔ یہ سُنکر حضرت آدمؑ نے روزے کی کیفیت دریافت کی کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور اُسکا بدلہ کیا ملے گا؟ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ روزے سے یہہ نفع ہے کہ انسان اللہ کے لئے بھوکا پیاسا رہے نیز ثواب اور بدلہ روزے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تین دولتیں عطا فرمائیگا۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مولائے کریم تم سے راضی ہو جائے گا۔ اور پھر کبھی تم سے ناراض نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اِس روزے کے صلے میں وہ تمہیں جنّت میں اِس طرح لے جائیگا۔ کہ پھر تم اُس سے نہیں نکلو گے۔ آدم نے یہ سنکر کہا کہ اے جبریل! روزے کا یہ صلہ اور یہ اجر و ثواب میرے لئے ہے یا کسی اور کے لئے بھی؟ جواب ملا کہ روزے کا ثواب صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ قیامت تک تمہاری اولاد میں جو کوئی یہ عمل کرے گا اُس کو بھی ایسا ہی اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ غرضکہ جب سورج غروب ہو چکا اور شام ہو گئی تو حضرت آدمؑ نے چاہا کہ ٹکیہ کھائیں۔ حضرت جبریل نے فرمایا کہ ابھی نہ کھاؤ بلکہ اپنی بیوی حوّا کا حصہ اِس میں سے نکال دو کہ جس مقام وہ ہیں میں انہیں

دے آؤں۔ آپ نے بیوی حوا کا حصہ اُس میں سے نکالکر دیا چنانچہ اُن کی آن میں حضرت جبریلؑ حوا کا حصہ دے کر آن موجود ہوئے پھر جبریل امین نے فرمایا کہ اب بسم اللہ کرو اور روٹی کھاؤ! آدمؑ چاہتے تھے کہ روٹی کھائیں کہ روٹی آپ کے آگے سے بھاگ نکلی۔ جسے بھاگتے دیکھکر آدمؑ بغیر پوچھے لکڑی ٹیکر اُس کے پیچھے بھاگے۔

نظم

کہا جبریلؑ نے افسوس کرکے — کہ ناحق اِس کے پیچھے آپ بھاگے
مقدر کی تھی یہ خود آکے رہتی — تمہارے واسطے لکھی گئی تھی
بغیر اذنِ خداوندی ہی جو کام — بُرا ہوتا ہے بیشک اُس کا انجام
بغیر از حکم گیہوں تم نے کھایا — خدا نے تم کو جنت سے نکالا
بلا دریافت بھاگے اِسکے پیچھے — ہمیشہ کو یہ کانٹے تم نے بوئے
تم اور اولاد ہے جتنی تمہاری — سدا اِس کے لئے بھاگی پھرے گی
سبھی کو تم نے بس دِقت میں ڈالا — یہ تم نے حیف اے آدمؑ کیا کیا
اگر تم صبر سے یاں کام لیتے — تو ملتی سب کو یہ بیٹھے بٹھائے
یہ سنکر آہ آدمؑ چیخ اُٹھے — کہ یہ کیسی ہوئی تقصیر مجھ سے
میری اولاد کیا مجھ کو کہے گی — وہ جب اِس کیلئے بھٹکی پھرے گی
مجھے اور اُن کو رکھ ثابت قدم تو — دکھا ہم کو نہ بس روٹی کا غم تو
جو ہونا تھا ہوا جبریلؑ بولے — نہیں کچھ فائدہ ایسی دُعا سے
بدل سکتا نہیں کچھ کام ہو کر — رہا کرتا ہے وہ انجام ہو کر

کنواں کھودو اور پانی پیو

جبریلؑ امین سے یہ باتیں سُنکر حضرت آدمؑ سر پکڑ کر بیٹھ گئے مگر بھوک سے بےچین تھے اس لئے وہ روٹی جس کو اپنے لٹھ کے زور سے پکڑ کر لائے تھے وہ آنسوؤں سے تر کر کے کھانی شروع کی. کھاتے رہے اور اولاد کی مصیبتیں یاد کر کے زار و قطار روتے رہے. جب آپ روٹی کھا چکے تو اب پانی کی ضرورت ہوئی تو فرمایا کہ اے جبریلؑ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روٹی میری چھاتی پر رکھی ہوئی ہے اور کسی شے کی ضرورت ہے. حضرت جبریلؑ نے فرمایا یہ پانی کی ضرورت ہے پس اے آدمؑ اب تم کنواں کھودو اور پانی پیو! اللہ اللہ۔ فرمایا کس طرح کھودوں اور کیا کروں؟ جبریلؑ امین نے اُسی وقت زمین کھودنے کا اوزار لا کر دیا اور کہا کہ اس سے زمین کھودو حضرت آدمؑ نے زمین کھودنی شروع کی. جب کسی قدر زمین کھد گئی تو اس میں سے پانی نکلا جو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا. آپ نے جبریل علیہ السلام کے کہنے سے وہ پانی پیا. اب کہیں جا کر حضرت آدمؑ کو قرار آیا. پھر یہ بھی تھوڑی دیر کا تھا. ذرا وقفے کے بعد آدمؑ کہتے ہیں کہ اے جبریلؑ! میرے شکم میں کچھ تحریک و حرکت سی یہ کیا پیدا ہوئی؟ حضرت جبریلؑ نے متحیر ہو کر کہا۔ اس کا مجھے علم نہیں کہ کیا بات پیدا ہوئی؟ میں حضورِ رب العزت میں عرض کرتا ہوں. یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اللہ تعالےٰ نے ایک دوسرے فرشتے کو بھیجا جس نے آکر حضرت آدمؑ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان مسح کیا جس سے پیارے آدمؑ کی وہ شکمی تکلیف رفع ہو گئی مگر ساتھ ہی اس کے آپ کے دماغ میں ایسی بدبو آئی جس سے آپ بھنّا اُٹھے اور اپنی حالت پر اس قدر رونا شروع کیا کہ آنسوؤں کی

نہریں جاری ہوگئیں عجائب القصص میں مرقوم ہے کہ صرف اِس بدبو کے صدمے اور غم میں حضرت آدمؑ پورے ستر سال تک روتے رہے

نظم

ہائے وہ جنّت کی خوشبو کیا ہوئی	ہائے یہ دنیا کی بدبو مِل گئی
ہائے گیہوں زہرِ قاتل ہوگیا	پیٹ میں اُترا کہ تو سِل ہوگیا
گیہوں کیسا حکمِ ربّی تھا یہی	کیونکہ تھا اِک غم کا پُتلا آدمی

نیز آدم علیہ السلام کے جسم پر اس وقت تک وہی جنت کے پتے پڑے ہوئے ہیں. چنانچہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السّلام سے بطورِ حکایت و شکایت کے کہا کہ حضورِ خداوندی میں عرض کرو کہ جب میری تقصیر معاف ہوگئی تو پھر مجھے پہننے کے لئے لباس بھی مرحمت کیا جائے کہ یہ پتّے کب تک لپیٹے رہونگا۔

اللہ تعالیٰ قرانِ پاک میں اولادِ آدم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:
یٰبَنِیۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا یعنی اے اولادِ آدمؑ شیطان تمہیں کسی خرابی میں نہ ڈال دے. جیسا کہ اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا. ایسی حالت سے کہ اُن کا لباس بھی اُن کے جسموں سے اُتروا دیا. تاکہ اُن کو اُن کے پردے کا بدن دکھائی دینے لگے. نیز اللہ ربّ العزت کا ارشاد یہ بھی ہے. کہ یٰبَنِیۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ یعنی اے اولادِ آدمؑ ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا. جو کہ تمہاری پردہ کی جگہوں کو بھی ڈھانکتا ہے اور تمہارے لئے زینت کا پہناوا بنتا ہے اور لباس تقوے کا بھی ہے اور یہ بہت بہتر ہے

(پ ۸۔ الاعراف ۔ ۳ع ۔ آیۃ ۲)
(۲۶)

اللہ تعالیٰ نے لباس مہیا فرما کر بڑا فضل فرمایا ہے۔ ہمیں بے پردگی اور بے حیائی سے بچنا چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ یعنی شرم و حیا ایمان ہی کا ایک جزو ہے۔ جیسا کہ مولا کا ارشاد ہے کہ تقوے کا لباس بہتر ہے۔

الغرض حضرت آدمؑ کے لباس کے مطالبہ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے سُنا۔ اور حضرت آدمؑ کی نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور پھر بموجب ارشاد خداوندی کا دُو جوڑے بھینسوں کے اور دو جوڑے بکری کے اور دو جوڑے گائے بیل کے لائے جن سے بچے پیدا ہوئے اور پھر اُن کو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔ جب حضرت آدمؑ نے اُنہیں ذبح کر لیا تو فرمایا کیا میں اِن کی کھال پہن لوں؟ فرمایا نہیں، بلکہ اِن کی اُون جمع کر کے مجھے دو کہ میں تمہاری بیوی حوّا سے وہ اُون کتوا کر لاؤں پھر تم اُس کا کپڑا بُننا اور پھر کتر کر اور سی کر پہننا۔ اللہ اللہ الغرض حضرت جبریل علیہ السلام نے وہ اُون لے کر حضرت حوّا کو جدّے کے میدان میں لیجا کر دی۔ جب وہاں سے کت کر آئی تب حضرت آدمؑ نے بموجب تعلیم جبریلؑ اُس کا کپڑا بُنا اور پھر بموجب ہدایت ایک کُرتا اپنے لئے اور ایک حوّا کے لئے تیار کیا۔ پھر جب حضرت آدم نے یہ سیاہ اُون کا کُرتہ بنا کر پہنا ہے اور ساتھ ہی اُس کے اس کرتے پر نظر ڈالی تو زار و قطار رونا شروع کیا جن کے ساتھ ساتھ آسمانوں کے فرشتے بھی آدمؑ کے اِس لباس کو دیکھکر رو دیے اور کہا:-

نظم

آہ مسجودِ ملائک! یہ لباس	دیکھنے والوں کو بھی ہوتی ہے یاس
ایک دن جنّت کا تو سردار تھا	تاج شاہی تیرے سر پر تھا دھرا

ریشمی حلّے تھے وہ زیبِ بدن	بات تھی بس جن سے سورج کی کرن
آج یہ کمبل کا کرتہ آہ! آہ!!	آج یہ احوال تیرا آہ! آہ!
پیرہن آدمؑ کا سب تر ہو گیا	آنسوؤں کا آنکھ سے دریا بہا
یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھا آپ نے	قدرتِ مولا کو جانا آپ نے
عیش بھی دیکھا فقیری دیکھ لی	حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی

آدم و حوّا کی ملاقات

وحی آدم کو ہوئی یہ عرش سے	فرض تم پر حج بیت اللہ ہے

ارشاد خداوندی ہوا کہ اے آدمؑ میرا ایک گھر جس کا نام کعبہ مکرم ہے۔ وہاں جاؤ اور اُس کا طواف کرو! اور وہ۔ وہ جگہ ہے جہاں رات دن میری رحمت نازل ہوتی ہے اور میرے پاک فرشتے ہر وقت وہاں کا طواف کرتے رہتے ہیں اور رات دن اُس کی زیارت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اے آدمؑ! وہ۔ وہ جگہ ہے۔ جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ اِس لئے تم بھی وہاں جاؤ تاکہ تم پر بھی ہماری رحمت نازل ہو اور تمہاری دعا کو بھی چار چاند لگیں۔ نیز تمہاری ذِلّت عزت سے بدل جائے اور تمہارا سارا حزن و ملال خوشنودی سے بدل سکے۔ یہ سنتے ہی حضرتِ آدمؑ نے۔ مکے معظمہ کا عزم کیا اور اُسی وقت آپ چل کھڑے ہوئے اور سنگل دیپ کے پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ چنانچہ ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا جو آپ کو مکے کا راستہ بتاتا ہوا آپ کے ساتھ تھا۔ اِس سفر میں جہاں حضرت آدمؑ کا قدم پڑتا تھا وہاں ہری گھاس پیدا ہو جاتی تھی اور جہاں آپ آرام لینے کے لئے ٹھہرتے تھے وہاں ایک نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا تھا

اِدھر حضرت آدمؑ حج بیت اللہ کے لئے چلے اُدھر حضرت حوّا کو خطاب ہوا کہ حج کعبہ ادا کرو۔ چنانچہ وہ جدّے کے میدان سے چلیں۔ جب آدم و حوّا چلتے چلتے میدانِ عرفات میں پہونچے تو یکایک دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ چنانچہ وہ اُن کو حیرت کے عالم میں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور دونوں کے دونوں بعالمِ حیرت ششدر کھڑے ہیں اور یہ حیرت اِس لئے ہے کہ ڈھائی سو برس کی جُدائی بلکہ بعضی روایتوں میں تین سو برس کی مفارقت اور کس مپرسی کے سبب دونوں کے حُسن و جمال میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔ آخر کار آدم نے حوّا کو پہچانا اِس لئے اس جگہ کا نام عَرَفَات رکھا گیا کیونکہ عرفہ کے معنے پہچانے کے ہیں اور اِس دن ماہِ ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی جس کا نام عرفہ کہا گیا مگر آجکل مسلمانوں نے ہر تہوار کے پہلے دن کا نام عرفہ رکھ لیا ہے یہ ان کی بے علمی ہے۔

القصہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا دونوں ساتھ ساتھ آگے کو روانہ ہوئے اُس وقت آدمؑ و حوّا کو حضورِ خداوندی کی طرف سے خطاب ہوا کہ اے آدم و حوّا اب کیا تمنا ہے؟ دونوں نے بالاتفاق عرض کیا کہ حضور کی رحمت و مغفرت کی تمنا ہے! پس اس لئے اُس جگہ کا نام منیٰ رکھا گیا اور پھر یہ دونوں اللہ پاک کی طرف سے رحمت و مغفرت سے مشرف کئے گئے اور پھر حجِ بیت اللہ سے فارغ ہوئے اِس کے بعد پیارے آدمؑ نے اپنی جائے سکونت یعنی سنگل دیپ واپس جانے کی پروردگارِ عالم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ اے مولا! مجھے وہ جگہ محبوب ہو گئی ہے اور وہی میرا پیارا وطن ہو گیا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ وہیں چلا جاؤں۔ چنانچہ اللہ پاک کی طرف سے اجازت ہو گئی اور اب آپ مع حضرت حوّا کے روانہ ہو گئے اور پھر ہر سال حضرت آدمؑ حجِ بیت اللہ کے لئے مکّۂ معظمہ پورے چالیس مرتبہ تشریف لائے اور چالیس حج کئے جہاں آپ ہمیشہ پیدل آتے اور جاتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ کوئی سواری آپ کا

بوجھ اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ تفسیر زاہدی میں حضرت امام زین العابدین سے مرقوم ہے کہ حضرت آدمؑ سرزمین ہند (لنکا) یعنے سنگل دیپ سے چالیس مرتبہ مکے معظمہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے چالیس حج ادا کئے

نظم

آدم کو حج کا شوق ہو اولاد کو نہ ہو
اولاد ہم یہ کیسی ہیں بس اُن کی اے فنا
رحمت برس رہی جہاں رات دن بڑی
آدمؑ کو مغفرت یہیں آکر ہوئی نصیب
اللہ ہم کو شوق دے اور ہم بھی حج کریں

ناخلفی اس کو کہتے ہیں اے دوستو سنو
کیوں مال رکھ کے حج نہیں کرتے ہیں ہم ادا
نظریں لگی ہوئی ہیں جہاں اُس کریم کی
ایسی ہی یہ جگہ ہے خداوند کو حبیب
اور مغفرت کو رحمت ربی کو ساتھ لیں

ایک زبردست مکالمہ

حضرت حذیفتہ الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر اُترے تو آپ کا ستر جنّت کے پتوں سے ڈھکا ہوا تھا جو پتّے دنیا میں رہتے رہتے دنیا کی فانی ہوا سے خشک ہو ہو کر گر پڑے اور پھر ہوا سے منتشر ہو کر وہ جہاں جہاں پہنچے وہاں خوشبودار درخت اور بیل بوٹے پیدا ہو گئے چنانچہ ہندوستان کے لئے یہ سب سے بڑا فخر حاصل ہے کہ اِس میں تمام عالم سے زیادہ خوشبودار درخت اور خوشبودار پھول مثل موتیا چنبیلی پیدا ہوتے ہیں القصہ اب حضرت آدمؑ و حوّا کے ہاں سلسلہ اولاد شروع ہوتا ہے مگر اس سے پہلے ایک زبردست مکالمہ جو آدمؑ اور شیطان کے درمیان ہوا ہے وہ سُن لینا چاہئے۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر حضورِ خداوندی میں یہ عرض کیا کہ اے مولائے کریم! مجھ میں اور شیطان میں سخت عداوت قائم ہو گئی ہے اب اگر تو میری امداد نہ فرمائے گا تو میں اُس سے سخت مغلوب ہو جاؤں گا نیز میری اولاد پر اسے پورا پورا تسلط ہو جائے گا۔" وہاں سے جواب ملا کہ اے آدمؑ! تمہاری اولاد میں جو بچہ پیدا ہوگا اُس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی پیدا ہوگا جو شیطان سے حفاظت کرے گا؛ آدمؑ نے عرض کیا کہ خداوندا! کچھ امداد فرمائی جائے کہ دشمن بہت قوی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ! ہم نے تمہاری اولاد کی ایک بدی کے بدلے ایک بدی نامۂ اعمال میں لکھی اور ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھیں؛ آدم نے عرض کیا حضور! کچھ اور رحمت ہو! ارشادِ خداوندی ہوا کہ جب تک روح جسم میں رہے گی توبہ کا دروازہ اُن کے لئے کھلا رہے گا۔ اس کے بعد ابلیس نے مولا کی جناب میں ہاتھ پھیلائے اور کہا کہ اے میرے معبود! چونکہ آدمؑ کے ساتھ میری سخت عداوت ہو گئی ہے اس لئے میں التجا کرتا ہوں کہ تو میری امداد کر! اگر تو میری امداد نہ کرے گا تو میں اور میری نسل اس سے سخت پامال ہو جائیگی وہاں سے جواب ملا کہ اے شیطان جب آدم کی اولاد میں کوئی بچہ پیدا ہوگا تو تیری اولاد میں سے بھی اُس کے ساتھ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ شیطان نے عرض کیا کہ اے مولا کچھ اور زیادہ عطا فرمایا جائے۔ جواب ملا کہ اے ابلیس تو اور تیری اولاد آدمؑ اور اُس کی اولاد کی رگ رگ میں خون کی طرح دوڑتی پھرے گی اور انکے سینوں میں گھر بنائے گی۔ عرض کیا خداوندا! کچھ اور عطا فرمایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ تو اور تیری اولاد آدمؑ اور اُس کی اولاد کے مال متاع میں شریک ہوئے پس

توجس طرح چاہے اُن پر حملہ کرسکتا ہے ہرطرح اختیار حاصل ہے۔ اب تو ابلیس مارے خوشی کے بغلیں بجاتا ہے اور بیحد خوشیاں کررہا ہے۔ آدمؑ کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ اُس سخی و جواد کی سرکار سے جہاں مجھ پر انعام و اکرام ہوا ہے وہاں ابلیس کو بھی بہت کچھ مل گیا ہے آدمؑ بیساختہ چلّا اُٹھے اور کہا۔

نظم

یا الٰہا العالمیں یہ کیا ہوا
قافلۂ آدمؑ کا یہ کیسا لُٹا

آہ دشمن ہر طرح سے وَر ہوا
ہر طرف سے اُس کا قابو چل گیا

کوئی پہلو بھی نہ چھوڑا اے کریم
فتح شیطاں کو ہوئی مجھ پر عظیم

حملہ آور مجھ پہ وہ ہوگا مُدام
نیکیاں کردیگا وہ مجھ پر حرام

وہ رگ و ریشہ میں تیرے گا ستم
میرے بچوں کو نہ چھوڑے گا الم

یوں ہوئی عرشِ معلّےٰ سے ندا
تیرا اے آدم نگہباں ہے خدا

سارے حیلے اُس کے رد کردونگا میں
فضل سے دامن ترا بھردونگا میں

تیرے پلّے پر ہوں اے میرے صفی
میرے گھر امداد کی ہے کیا کمی

آسماں کی سمت جس نے کی دُعا
وہ میری درگاہ سے بخشا گیا

عمر بھر ابلیس کا جو ساتھ دے
ایک توبہ کرکے مجھ سے آملے

نزع میں ہو کر بھی توبہ جس نے کی
میں نے اپنی ساری جنت اُسکو دی

آدمؑ کی اولاد

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۔ یعنے اے ہمارے نبیؐ ہمارے بندوں

کو آدم کی اولاد کا حال سناؤ۔ چنانچہ اس آیت کے تحت میں کتب تفاسیر و تواریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت حوا کے بیس۲۰ حمل ہوئے جن میں بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں یعنی چالیس۴۰ بچے پیدا ہوئے اور ہر حمل میں ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوتی رہی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے حمل میں قابیل لڑکا اور اقلیمہ لڑکی پیدا ہوئی اور سب سے پچھلے حمل میں عبدالمغیث لڑکا امتہ المغیث لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی نسل میں برکت عطا فرمائی یعنی اولاد کے ہاں اولاد۔ اولاد کے ہاں اولاد۔ پیدا ہونی شروع ہوئی جس کی کثرت کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ آیا ہے تو اُس وقت آپ کی میت کے اردگرد چالیس ہزار مرد و عورت آپ کی اولاد میں سے موجود تھے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حوا کو ہر دو سال کے بعد حمل رہتا تھا اور مدت حمل دس۱۰ مہینے کی ہوتی تھی۔ یہ بھی آیا ہے کہ آدمؑ کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا البتہ اتنا حکم ضرور تھا کہ جس لڑکے کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوتی تھی وہ اپنے جوڑواں بھائی کے ساتھ منسوب نہ ہو بلکہ بڑے یا چھوٹے بھائی سے منسوب کی جائے۔ نیز آپ کے توالد و تناسل کے واقعات میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حوا کے ہاں ہمیشہ جوڑواں بچے ہی پیدا ہوئے۔ مگر ایک مرتبہ صرف ایک مبارک فرزند ہوئے جن کا نام حضرت شیثؑ رکھا گیا۔ اور یہ وہ مُبارک فرزند ہیں جن کی پشت میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمک رہا ہے اسی کی ذیل میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ہابیل ایک جوڑواں لڑکی کے ساتھ پیدا ہوئے۔ نیز حضرت حوا کو ہمیشہ بچہ پیدا ہوتے وقت اسی طرح دردِ زہ لاحق ہوتے تھے اور اول و آخر تمام کیفیت یہی ہوتی تھی جو آج عورتوں کو ہوتی ہے۔

تفسیر زاہدی اور تفسیر بحرالمواج میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت حوا کو پانسو مرتبہ حمل رہا اور ہر حمل میں ایک لڑکا ایک لڑکی جوڑواں پیدا ہوئے لیکن شیث علیہ السلام

جدّ الانبیاء تنِ تنہا پیدا ہوئے۔ نیز ہر لڑکے کو اختیار حاصل ہوتا تھا کہ وہ جونسی لڑکی کو چاہتا تھا اپنے لئے پسند کرتا تھا بشرطیکہ وہ لڑکی اُس کی جوڑواں نہ ہو نیز حضرت آدمؑ و حوا کی جس قدر اولاد ہوئی وہ اُن کے سامنے سب زندہ سلامت رہی صرف ایک ہابیل فرزند ضرور قابیل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

نظم

ذکر یہ ہابیل اور قابیل کا
آدمی پتھر کا دل پہلے کرے
قلبِ انسانی کو دیتا ہے ہلا
بعد میں یہ غم کا افسانہ سُنے

کیونکہ پہلی موت ہے پہلا ہے غم
موت کی صورت کبھی دیکھی نہ تھی
جس قدر بھی غم ہو آدم کو ہی کم
خواب میں بھی جو کبھی آئی نہ تھی

آہ اے ہابیل پیارے لاڈلے
موت کا پہلے نشانہ تم ہوئے

قصۂ ہابیل قابیل

جب ہابیل اور قابیل جوان ہو گئے نیز اقلیمیہ اور لبوذا اِن کی دونوں بہنیں بھی سنِ بلوغ کو پہنچ گئیں تو حضرتِ آدمؑ نے اقلیمیہ کا نکاح ہابیل کے ساتھ اور لبوذا کا قابیل کے ساتھ تجویز کیا۔ لبوذا زیادہ خوبصورت نہ تھی لیکن اقلیمیہ نہایت خوبصورت تھی اِس لئے قابیل حضرت آدم علیہ السلام کی تجویز کا مخالف ہوا اور والدِ ماجد سے کہا کہ میری خوبصورت بہن مجھکو دی جائے۔ اور ہابیل کی بد صورت بہن ہابیل کو دی جائے اور چونکہ میں بڑا ہوں اِس لئے میری بات بڑی کی جائے! اِس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قابیل اے نورِ عین! دیکھو حکمِ خداوندی اِسی طرح

ہے کہ اقلیمیہ ہابیل کو دی جائے اور لبوذا تمہیں دی جائے! اے فرزند مجھے اس معاملہ میں کچھ اختیار حاصل نہیں ہے اور نہ میں حکمِ خداوندی میں کسی قسم کا تغیر تبدل کر سکتا ہوں۔ یہ سُنکر قابیل سخت غصے میں آ کر کہتا ہے کہ بس تو معلوم ہوا کہ آپ ہابیل کو زیادہ چاہتے ہیں اور مجھے نہیں چاہتے۔ جبھی آپ ہابیل کو خوبصورت لڑکی دیتے ہیں اور مجھے بدصورت۔ یہ سُنکر آدم علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ اے فرزند باپ کا کہنا مانو اور جو حکمِ خداوندی ہے اُسے خوشی سے قبول کرو ورنہ پچھتاؤ گے اور خیر اچھا اگر تم میرے کہے کو باور نہیں کرتے ہو تو تم اور ہابیل دونوں مل کر خدائے تعالیٰ کے نام کی قربانیاں کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے اُسی کو اقلیمیہ حوالے کر دی جائے گی قربانی اور اُس کی قبولیت کا اُس وقت یہ قاعدہ تھا جن چیزوں کو قربان کرنا مقصود ہوتا تھا اُنہیں ایک پہاڑ پر رکھدیا کرتے تھے اور پھر پیغمبر سے دعا کراتے تھے اُسی وقت ایک آگ آسمان سے آتی تھی اور مقبولہ قربانی کو لے جاتی تھی اور غیر مقبولہ چھوڑ جاتی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حسبِ ذیل قربانیاں پہاڑ پر رکھی گئیں۔ ہابیل کے ہاں بہت سے دُنبے پلے ہوئے تھے۔ جن میں سے ہابیل نے ایک جوان خوبصورت دُنبہ اور تھوڑا دودھ اور مکھن پہاڑ پر لیجا کر رکھا اور نیّت یہ کی کہ اگر میری قربانی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول نہ ہوئی تو میں اقلیمیہ سے دستبردار ہو جاؤں گا اور مجھے حکمِ الٰہی قبول کرنے میں ذرا تامل نہ ہوگا۔

قابیل کھیتی کیاری کرتا تھا اس لئے اُس نے صرف دو گیہوں کی بالیں پہاڑ پر رکھیں اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ بالیں قبول ہوں یا نہ ہوں مجھے اقلیمیہ کو اپنے نکاح میں لینا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں اپنی اپنی قربانیاں پہاڑ پر رکھ کر بیٹھے تھے کہ آدمؑ کی دُعا سے اُسی وقت آسمان سے ایک سفید آگ آئی جو ہابیل کی قربانی کو لے گئی اور قابیل کی دونوں بالوں کو وہیں چھوڑ گئی۔ جسے اللہ رب العزت اپنے کلام میں یوں فرماتا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا

وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ط یعنی اے نبیؐ آپ اِن اہلِ کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سُنا دیجئے جبکہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان دونوں میں سے ایک کی نیاز تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی چنانچہ قابیل یہ دیکھکر کہ ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور میری قربانی قبول نہیں ہوئی سخت غصہ میں آیا اور ہابیل کی عداوت اس کے دل میں خوش مارنے لگی چنانچہ قابیل نے ہابیل سے کہا۔ جسے قرآن مجید یوں نقل فرماتا ہے قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ ط یعنی قابیل نے کہا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا۔ اس کا ہابیل نے جواب دیا۔ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۰ لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ ج اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۰ یعنی (ہابیل نے) کہا کہ خدائے تعالیٰ پرہیزگاروں کا ہی عمل قبول فرماتا ہے۔ اور اگر تو مجھ پر میرے قتل کے لئے دست درازی کریگا۔ تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں ہوں تحقیق میں تو عالموں کے پروردگار (اللہ تعالےٰ) سے ڈرتا ہوں۔ الغرض ہابیل چونکہ پرہیزگار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے اِس لئے اُنھوں نے یہی کہا کہ تو بُرا ارادہ بھی رکھے تو بھی میں تیرے جواب میں بُرائی نہ کروں گا۔ اور میرا ایمان جزا اور سزا پر اتنا مضبوط ہے کہ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ج وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۰ یعنی (ہابیل نے کہا کہ) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے۔ پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہوتی ہے۔

(پ ۶ ع ۱۰)

بہرحال قابیل نے یہ دیکھکر کہ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور میری

قربانی قبول نہیں ہوئی۔ ہابیل کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ پھر دونوں پہاڑ پر سے واپس آ گئے۔

اتفاق سے ایک روز ہابیل جنگل میں اپنے دنبے چرا رہے تھے کہ یکایک قابیل اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کے پاس آیا اور کہا کہ لَاَقْتُلَنَّکَ یعنی اے ہابیل جاتا کہاں ہے میں ابھی تجھے قتل کر کے چھوڑوں گا جس کے جواب میں ہابیل نے کہا۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی برادرِ معظم اس میں شک نہیں اللہ تعالیٰ اللہ والوں کے عملوں کو قبول کیا کرتا ہے اس میں میرا کیا قصور ہے کہ تم مجھے قتل کرو گے۔ ایسی میں نے کیا خطا کی ہے؟ قابیل نے جواب دیا کہ کیا میری خوبصورت بہن تجھے ملنی چاہیئے اور تیری بدصورت بہن مجھے دی جانی چاہیئے۔ تیرے بچّے خوبصورت پیدا ہونگے اور میرے بچّے بدصورت۔ اِس لئے میں تیرا قصہ ہی پاک کر دوں گا۔ یہ سُنکر ہابیل پیارے نے اپنے بڑے بھائی قابیل سے کہا کہ حکمِ الٰہی آسمان سے یوں ہی آیا ہے پھر اِس میں مجھے اور تمہیں دم مارنے کی کیا مجال ہے۔ قابیل نے کہا اچھا سب معلوم ہو جائیگا۔ اِس کے بعد قابیل نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ہابیل کو قتل کر دے اور چنانچہ قتل کر ڈالا۔ جیسے مولائے کریم یوں نقل فرماتا ہے:-

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝ (پ ۶ ع ۹)

(یعنی) سو اُس کے دِل نے اُس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ اور پھر اُس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے وہ بڑے نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔

تفسیر معالم التنزیل میں مرقوم ہے کہ قابیل ہر چند یہ چاہتا ہے کہ ہابیل کو قتل کرے مگر قتل کرنے کی کوئی صورت نہیں جانتا تھا کہ کس

طرح قتل کرے کیونکہ آجتک دُنیا میں کسی کو موت نہیں آئی ہے اور نہ کوئی قتل ہوا تھا۔ البتہ حضرت آدمؑ سے سُنا سُنایا موت کا حال تو ضرور معلوم تھا کہ وہ کوئی آنے والی چیز ہے۔ لیکن آنکھوں سے کسی نے دیکھا نہیں تھا کہ موت کس طرح آتی ہے اور انسان مرتا کیونکر ہے چنانچہ قابیل کو اِسی شش و پنج میں دنوں گذرے چلے جاتے تھے اور کوئی صورت قتل کی سمجھ میں نہ آتی تھی ؎

ایک وہ دن تھے کہ کوئی موت سے واقف نہ تھا	؛	ایک اب دن ہیں کہ بس لاکھوں تک نوبت وزہے

ابلیس لعین نے دیکھا کہ قابیل یہ چاہتا ہے کہ ہابیل کو قتل کرے مگر اسبابِ قتل میں حیران ہے کہ کس طرح قتل کرے۔ فوراً آدمی کی صورت میں آیا اور ایک مُرغ اپنے ہاتھ میں لایا جسے قابیل کے سامنے ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے اُس کا سر کُچل ڈالا۔ جس سے وہ مُرغ تڑپ تڑپ کر اُسی وقت مر گیا۔ یہ واقعہ دیکھکر قابیل کو موت کا نقشہ بھی معلوم ہو گیا اور ساتھ اُس کے قتل کرنے کی شکل بھی معلوم ہو گئی پھر ایک روز قابیل نے موقع پایا جبکہ حضرتِ آدمؑ حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ قابیل اپنے چھوٹے بھائی ہابیل کو جنگل میں ایک پتھر پر سوتے دیکھکر ایک بڑا وزنی پتھر اٹھا کر لایا اور اِس زور سے معصُوم ہابیل کے سر پہ مارا کہ وہ پیاری صورت جس کو آدم علیہ السلام بارہا اپنی گود میں بٹھا کر پیار کیا کرتے تھے وہ شیشے کی طرح چُور چُور ہو گئی اور نورِ عین ہابیل دم توڑ توڑ کر مر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نظم

موت ہی پہلی یہ پہلی جاں کنی		حیف جو ہابیل پر پہلے بنی	

سب سے پہلے کوہِ غم اُن پر گرا
چُورا چُورا جس نے اُن کا کر دیا

مغز کا بھیجا نکل آیا تمام
ایک ٹکّی سے ہوئے بیکس تمام

زلزلہ آیا زمیں پر اُس گھڑی
کیونکہ پہلی اُس پہ یہ آفت پڑی

قتل و خوں کے نام سے واقف نہ تھی
زلزلے میں اِس لئے وہ آ گئی

چھا گئی ظلمت اندھیرا ہو گیا
سخت آندھی نے جہاں کو بھر دیا

چیخ اُٹھے آدمؑ طوافِ کعبہ میں
کیسا یہ طوفاں اُٹھا کس سے کہیں

آسماں کو دیکھ کر فریاد کی
اے خدا یہ کیا بلا نازل ہوئی

زلزلہ میں آ رہی ہے کیوں زمیں
وقت ہے یہ کس لئے اندوہگیں

دِل مرا گھبرا رہا ہے کس لئے
غم پہ غم یہ چھا رہا ہے کس لئے

حکم یہ جبریلؑ کو اُس دم ہوا
جاؤ آدمؑ سے کہو سب ماجرا

آئے جبریلِ امیں آدمؑ کے پاس
جن کی تھی غمگیں صورت اور اُداس

قتلِ ہابیل کی خبر

حضرت آدم علیہ السلام نے متحیّر ہو کر حضرتِ جبریلؑ سے دریافت کیا آج عالم میں یہ کیا نئی صورت پیدا ہوئی؟ فرمایا یہ وہ وقت ہے کہ تمہارا فرزند ہابیل ایک پتھر پر پڑا ہوا ہے اور ایک بڑے وزنی پتھر سے اُس کا سر کچلا جا رہا ہے۔ اتنا سنتے ہی آدمؑ چیخ اُٹھے اور کہا کہ اے جبریلؑ یہ کس ظالم نے میری پتلی کو پتھر سے توڑا؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا بڑا بیٹا قابیل جس کا نام ہے اُس نے آج یہ پہلی سرکشی کی ہے۔ افسوس دنیا میں آج یہ سب سے پہلا داغ ہے جس نے آدمؑ کے کلیجے کو چھلنی کیا۔

نظم

سُنا آدمؑ نے جب جبرئیلؑ سے یہ ماجرا سارا
وہیں اک چیخ نکلی اور گرے بیہوش وہ ہوکر
بہت عرصہ میں ہوش آیا تو یہ کہتے ہوئے اُٹھے
مرا لختِ جگر ہابیل وہ میرا جگر گوشہ
الٰہی نزع میں ننھی سی جاں پر کیا بنی ہوگی
الٰہی اُس کی ماں حوّا کو بھی اس کی خبر ہوگی

کلیجہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رہ گئے اپنا
کہ جس سے خاک آلودہ ہوا سب آپکا چہرا
یہ کیا صدمہ پڑا مجھ پر یہ کیا صورت ہوئی پیدا
الٰہی کیا کسی پتھر سے سَر کچلا گیا اُس کا
الٰہی کیونکہ وہ ثابت قدم اُس پر رہا ہوگا
الٰہی اُس کے دل پر داغ یہ کیسا لگا ہوگا

الغرض حضرت آدم علیہ السلام پیارے ہابیل کی یہ حسرتناک خبر سنکر ماہی بے آب ہیں اور تڑپتے ہیں اور فوراً وطن کی جانب چل نکلتے ہیں۔ ادھر قابیل کی یہ کیفیت ہے کہ جب وہ اکیس برس کی جان ہابیل کو قتل کر چکا اور اُس کا بھیجا پاش پاش کر چکا تو اب وہ اِس فکر میں ہے کہ اُس کی لاش کو کہاں چھپاؤں اور کیا کروں؟ آخر ایک کپڑے میں معصوم بھائی کی لاش کو باندھے ہوئے اور اُسے کندھے پر رکھے ہوئے جگہ جگہ لئے پھر رہا ہے جس کی پوشیدہ کرنے کی کوئی صورت اُس کی سمجھ میں نہیں آتی اور یہ ایک دو دن نہیں بلکہ پورے چالیس روز تک بھائی کی لاش کو جگہ جگہ لئے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس میں سے تعفن اور بدبو آنے لگی اور جانور اُس کی لاش کو نوچنے کے لئے حملہ آور ہونے لگے۔ چنانچہ جب قابیل تھک کر کہیں اِس لاش کو رکھ دیتا تھا تو جانور آ کر اُسے نوچنے اور کھانے لگتے تھے سخت حیران ہوا کہ اِس راز کو جو یقیناً میرے لئے وبالِ جان ہے کہاں پوشیدہ کروں اور کس جگہ چھپاؤں آخر تلقینِ انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قابیل کے سامنے دو کوّوں کو بھیجا جو کہ آپس میں اِس قدر لڑے اِس قدر لڑے کہ ایک کوّا

اُن میں سے مرگیا۔ پھر جس کوّے نے مارا اُس نے اُسی وقت اپنی چونچ سے زمین کھودی اور مرے ہوئے کوّے کو اُس میں ڈالکر اور اُس پر خاک ڈال کر دبا دیا۔ جس سے وہ مُردہ کوّا مدفون ہوکر معدوم ہوگیا۔ یہ اِس لئے بتایا گیا تھا کہ قابیل ہی نہیں بلکہ دنیاجہان کے لوگ اسی طرح اپنی میّت کو زمین میں دفن کردیا کریں قابیل چونکہ یہ کیفیت دیکھ ہی رہا تھا اُسی وقت اُس نے گڑھا کھودا اور ہابیل بھائی کی لاش کو اُس میں دفن کردیا۔ (موت کا منظر پڑھئے)

قابیل کو اپنی سمجھ پر بہت افسوس ہوا اور اُس نے کہا کہ میں ایک کوّے سے بھی گیا گذرا ہوگیا۔ جیسے قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے:۔ قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْاَۃَ اَخِیْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ (پ ۶ ع ۵) یعنے کہنے لگا افسوس میری حالت پر کہ کیا میں اس سے بھی گیا گذا ہوگیا۔ کہ اِس کوّے ہی کے برابر ہوتا۔ اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔

یہاں آقائے نامدار جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِس واقعۂ جانکاہ سے پہلے تمام عالم میں کسی درخت کا پھل کڑوا اور کسی درخت میں کانٹے کا نام تک نہیں تھا لیکن قتلِ ہابیل کے ظلم سے درختوں میں کانٹے بھی ہوگئے اور کڑوے پھل بھی پیدا ہونے لگے۔ اور پانی بھی کھاری ہوگیا۔ نیز اِس سے پہلے تمام جانور انسان سے مانوس اور اُن کے پاس آتے جاتے تھے مگر قتلِ ہابیل کے ظلم سے جانور بھی آدمی سے بھاگنے لگے۔ نیز اِس سے پہلے ڈر اور خوف کا دُنیا میں نام و نشان نہیں تھا لیکن اِس روز سے جملہ مخلوق کے دلوں میں ڈر اور خوف پیدا ہوگیا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے وطن کی راہ میں جب کانٹے اور کڑوے پھل دیکھے تو دریافت کیا کہ یہ درختوں میں کانٹے اور پھلوں میں تلخی کیسی ہوگئی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ ساری باتیں قتلِ ہابیل سے اور ظلمِ قابیل سے

ظہور پذیر ہو گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نظم

ظلم کا انجام دیکھا آپ نے
اور نتیجہ اُس کا پایا آپ نے

ظلمِ واحد نے نتیجہ یہ دیا
اور لاکھوں ظلم دکھلا مینگے کیا

آج ہے قابیل ہم میں ہر کوئی
ظلم پہ گویا کہ دُنیا تُل گئی

مال ماریں جان ماریں بے دریغ
کوئی ہو ہم نوچ کھائیں بے دریغ

آپا دھاپی وہ پڑی ہے اے فتا
کھائے جاتا ہے ہر ایک کو دوسرا

رحم دُنیا سے اٹھا ہے ہے ستم
رہ گیا بس یاد اپنا دم قدم

مِل رہا ہے جس کا ثمرہ اے فتا
چین دُنیا بھر سے غائب ہو گیا

القصہ آدم علیہ السّلام منزل بمنزل راستہ طے کرتے ہوئے وطن پہونچے اور آتے ہی قابیل سے دریافت کیا کہ ہابیل میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں ہے؟ جس کے جواب میں سرکش قابیل کہتا ہے کہ اے اللہ جبر رگوار کیا آپ ہابیل کو میرے سپُرد کر گئے تھے اور مجھے کچھ خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے! آپ غصہ میں سُرخ ہو گئے اور جلال میں آکر زمین کو اشارہ کیا یَا اَرْضُ خُذِیْہِ یعنے اے زمین پکڑ اِس کو چنانچہ قابیل گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا اور سمجھ گیا کہ اَب چھٹکارا مشکل ہے۔ تھا بڑا ایرتا اُسی وقت بسم اللہ الرحمٰن پڑھنی شروع کی۔ چنانچہ اِس اسم اعظم کی برکت سے اُسی وقت زمین سے نکل آیا۔ یہاں یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ کے نام میں وہ برکت ہے کہ دشمن بھی اُس کے طفیل سے کامیاب ہوتے ہیں۔ (دیکھئے اسم اعظم)

غرضکہ آدم علیہ السلام کو اِس جگر خراش واقعہ سے اسقدر صدمہ ہوا کہ آپ جب تک زندہ رہے کبھی آپ کو ہنسی نہیں آئی۔ نیز لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ نے خلافِ حکم جو گیہوں کا دانہ کھایا تھا اُسی سے قابیل کا مادہ پیدا ہوا جس نے جوان

ہو کر پہلے اپنے بھائی کو قتل کیا اور پھر کفر و شرک اختیار کرتے ہوئے اوّل درجہ کا آتش پرست ہو گیا اور پھر وہ دُنیا ہی میں مردُود ہو گیا جو کوئی اُسے دیکھتا تھا وہ سخت متنفر ہو کر اُس سے منہ پھیر لیتا تھا اور ہر کوئی اُس سے خوف کھاتا تھا کہ مبادا کہیں ہمیں نہ مار ڈالے۔ اور پھر آخر میں یہ نوبت ہو گئی تھی کہ چاروں طرف سے پتھر اوہونے لگا جس سے جگہ جگہ وہ زخمی ہوتا پھرتا تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس پر ایک ایسی ہوا مسلط ہوئی جس سے وہ جاڑے کے موسم میں برف کے ٹھنڈے ملکوں میں جا پڑتا اور گرمی کے موسم میں نہایت گرم سرزمین پر جا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب تک وہ زندہ رہا سخت تکالیف و عذاب الٰہی میں مبتلا رہا۔ آخر ایک دن اُس کے اندھے بیٹے نے اُسے پتھروں سے مارتے مارتے جان سے مار ڈالا اور وہ خبیث مر گیا یہاں امام ثعلبی لکھتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ کا آدھا عذاب تمام جہنمیوں کو ہوگا اور آدھا عذاب اکیلے قابیل کو ہوگا۔ نیز یہ بھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس وقت سے لیکر قیامت تک جو خون ہوتا ہے اُس کا آدھا گناہ اصلی خون کرنے والے کو ہوتا ہے اور آدھا گناہ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا مَنْ عَمِلَ بِهَا یعنے جو شخص کسی گُناہ کی ابتدا کرے تو پھر اُس قسم کے گناہ کرنیوالے کے حصے کا آدھا عذاب اُس گناہ کی ابتدا کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔ (دیکھئے "نیکی بدی")

نظم

موجدینِ شرک و بدعت ہیں کہاں	بانیٔ ظلم و ضلالت ہیں کہاں
ہر عمل اُس تک نہیں محدود ہے	بلکہ وہ چلتا ہے آگے اور پرے

عاملیں دیکھا کریں اپنا عمل	ڈالتے ہیں کیوں شریعت میں خلل
داڑھی منڈا دیکھ کر داڑھی منڈی	اور پیتے دیکھ کر اِس نے بھی پی
ناچتے دیکھا لگے خود ناچنے	رنگ خربوزہ نہ خربوزے کو دے
خود نہیں انسان کرتا ہے گناہ	بلکہ وہ دُنیا کو کرتا ہے تباہ
دیکھا دیکھی ہوتے ہیں دنیا کے کام	آہ بس دنیا ہوئی یوں ہی تمام
ساری دُنیا کو مُقلّد جانیئے	اور پھر اپنے عمل کی ٹھانیئے

رسُولِ کریم کے جدِّ امجد

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ جنابِ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہابیل کی شہادت کے پانچویں سال حضرتِ حوّا کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت شیثؑ آپ کا نام رکھا گیا کیونکہ سُریانی زبان میں شیث کے معنی معلّم کے ہیں. چنانچہ سب سے پہلے اِس عالم میں جس نے تعلیم شریعت اور اُس کی اشاعت شروع کی ہے وہ حضرت شیث علیہ السلام ہیں نیز حضرت آدمؑ کے یہ فرزند آپ کی تمام اولاد سے زیادہ حسین و خوبصورت پیدا ہوئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ کے حمل سے حضرتِ حوّا مشرف ہوئیں تو تمام جہاں کے جنّات و شیاطین قید کر دیئے گئے اور اُس مدّت تک قید رہے جب تک کہ حضرت شیثؑ پیدا ہوئے. پھر جب یہ فرزند سنِ بلوغ کو پہونچے تو حضرت جبریل علیہ السلام ایک روز تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدمؑ! کل کے روز شیث فرزند کو لے کر آپ فلاں مقام پر حاضر ہوں! میں وہاں فرشتوں کی ایک پاکیزہ جماعت لے کر آؤں گا. جہاں آپ کے فرزند سے

ایک عہد و میثاق کیا جائیگا۔ چنانچہ دوسرے روز حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام بموجب فرمانِ جبریلؑ پیارے فرزند کو لے کر اُسی مقام پر پہونچ گئے آپ مع نورِ نظر کے وہاں پہونچے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت جبریلؑ علیہ السلام ستر ہزار ملائکہ کی ایک بڑی جماعت کو لے کر نمودار ہوگئے اور پیارے شیث علیہ السلام سے عہد و میثاق کر کے ایک عہد نامہ مرتب کیا اور جنّت کے حریر پر وہ عہد نامہ تحریر فرمایا۔ اور ملائکہ کی اُس پر شہادت کرائی اور پھر اُس پر مہر لگائی۔ مضمون اُس عہد نامہ کا یہ تھا۔ اے شیث! تمہاری پُشت میں نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اُس کی پوری حفاظت کرنا۔ اور سوائے پاکیزہ ترین عورت کے کسی کے پاس تک نہ جانا۔ اس کے بعد تابوت سکینہ حضرت جبریلؑ نے جنّت سے لاکر حضرتِ آدمؑ کو دیا۔ تابوت سکینہ وہ صندوق تھا جو سونے اور جواہرات کا بنا ہوا تین گز لمبا اور دو گز چوڑا تھا۔ اِس کے اندر تمام پیغمبروں اور رسولوں کی نورانی تصویریں منقوش تھیں۔ نیز تفسیر کشف الاسرار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اِس میں تمام انبیا علیہم السّلام کے مُبارک نقوش کے لئے الگ الگ خانے بنے ہوئے تھے جس میں سب سے پچھلا خانہ یاقوتِ سُرخ کا بنا ہوا نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہمارے رسول علیہ السلام اِس وقت نماز کی حالت میں نظر آرہے تھے نیز صاحبِ قصص الانبیا لکھتے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف اور بائیں طرف اور آگے پیچھے چار وہ مبارک صورتیں بھی تھیں جن کو صدیق اکبرؓ اور عمرؓ فاروق اور عثمان رضؓ غنی اور علی رضی اللہ عنہم اجمعیں کہتے ہیں۔

نظم

دمِ چار یاری کے قربان نثار	ازل سے ابد تک ہا جن کا پیار

دم چار یاری تری دوستی	کہاں سے کہاں تک رفاقت رہی
نبیؐ کی رفاقت کو اور پیار کو	خدا نے کیا منتخب چار کو

القصّہ حضرت جبریل علیہ السلام نے وہ تابوتِ سکینہ حضرت آدمؑ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ پیارے شیثؑ کا وہ مُہری عہد نامہ بھی اِسی صندوق میں رکھا جائے اور اِس کی نہایت حفاظت کی جائے اور اے آدمؑ آپ اپنے تمام فرزندوں کو یہ تاکید کر دیں کہ یہ تابوت سکینہ نہایت حفاظت کے ساتھ نسلاً بعد نسلاً ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے۔ چنانچہ یہ تابوتِ سکینہ کرسی بہ کرسی گذرتا ہوا عبد المطلب تک پہونچا جس کی مجملاً ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ اُن کے بعد حضرت شیثؑ اُن کے بعد سلسلہ وار حضرت ابراہیمؑ کو پہنچا اُنہوں نے حضرت اسماعیلؑ کو مرحمت فرمایا۔ اور پھر حضرت موسیٰؑ کو پہونچا۔ جنہوں نے توریت کو بھی اُسی صندوق میں رکھا۔ پھر تمام بنی اسرائیل کے رسولوں اور پیغمبروں کے پاس سے گذرتا ہوا وہ تابوت حضرت عبد المطلب تک پہنچا صاحبِ عجائب القصص لکھتے ہیں کہ وہ تابوتِ سکینہ ایک ایسے خوبصورت جانور کی صورت میں تھا جس کا منہ آدمی کا سا تھا اور دو بازو یاقوتِ سُرخ کے تھے اور دو آنکھیں شمع کے مانند نہایت روشن تھیں آواز شیر کی سی تھی چنانچہ جب کہیں انبیا علیہم السلام کو دشمنوں سے مقابلے کا اتفاق ہوتا تھا وہ اِس تابوت کو آگے رکھتے تھے جس میں سے ایک شکل نکلتی تھی جس سے تمام دشمنوں کی آنکھیں چُندھیا جاتی تھیں اور اُس کی آواز کی دشمنوں کے گھوڑے تاب نہیں لا سکتے تھے اور اُلٹے قدموں بھاگ نکلتے تھے۔ بعض لکھتے ہیں سکینہ ایک ہوا تھی جو بوقتِ مقابلہ صندوق سے نکلتی تھی اور دشمنوں کو منتشر کر دیتی تھی۔ بہر حال وہ ایک عجیب و غریب شے تھی جو نسلاً بعد نسلاً پیغمبروں کو پہنچتی رہی۔

نظم

معجزہ نبیوں کا تھا یہ بالیقیں	جسمیں تھا بس فضلِ ربّ العالمیں
ہیں کرشمے یہ خدائے پاک کے	دے کرامت جس کو چاہے معجزے
فاعلِ کُل ہے وہی ہر چیز کا	قادرِ مطلق ہے وہ ربُّ العُلیٰ

آدمؑ کی ذُرّیت

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ یعنے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ وقت یاد کیجیے کہ جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی کمروں سے اُنکی نسلوں کو باہر نکالا اور اُن سے اقرار کرایا کہ کیا میں خالق دوجہاں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ جس کے جواب میں سب نے کہا بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور ہم سب اِس کے گواہ بنتے ہیں۔ تم لوگ قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اِس توحید سے محض بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ یعنی یا یوں کہنے لگوگے کہ اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو اُن کی نسل میں ہوئے۔ تو کیا اُن غلط راہ نکالنے والوں کے فعل پر ہم کو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں۔ اِس آیت کے تحت میں صاحبِ معارج النبوت لکھتے ہیں

اور حضرت عبّاس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اُن کے نام خطاب آیا کہ اے آدمؑ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ آدمؑ نے عرض کیا، خداوندا مجھے تونے پیدا کیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ تمہارا رب کون ہے؟ عرض کیا مولا تو میرا رب ہے۔ حکم ہوا کہ اے آدمؑ ہمیں سجدہ کرو! چنانچہ آدمؑ اُسی وقت سجدے میں گرے جب آدمؑ نے سجدے سے سر اُٹھایا تو پھر ارشادِ خداوندی ہوا اے آدمؑ میں تم سے اور تمہاری تمام اولاد سے عہد و پیمان لیتا ہوں تاکہ میرے اور اُن کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہ ہو۔ عرض کیا کہ خداوندا! جو مرضیِ عالی ہو اُس کے بجا لانے کے لئے میں تیار ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرمایا کہ حجرِ اسود لاکر پیش کریں۔ چنانچہ حجرِ اسود جو درحقیقت جنّت کا ایک یاقوت ہے لاکر آدم علیہ السلام کے سامنے کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت پر اپنا دستِ قدرت پھیرا جس سے تمام ذرّیت یعنی قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق چیونٹیوں کی شکل میں پیدا ہوگئی۔

تفسیرِ مواہب و معالم میں مذکور ہے کہ یہ عہد و پیمان اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اُن کی ذرّیت سے وادیٔ نُعمان جو عرفات کے متصل ایک میدان ہے وہاں لیا اور دوسرے قول سے زمینِ ہندوستان میں یہ عہد و پیمان آدمؑ اور اُن کی ذرّیت سے ہوا۔ امام کلبی فرماتے ہیں یہ عہد و پیمان مکّے اور طائف کے درمیان ہوا مگر جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اُن کی ذرّیت سے یہ عہد و پیمان جنّت میں داخل ہونے سے پہلے اُس کے دروازے کے باہر ایک وسیع میدان میں لیا کہ وسعت اُس میدان کی تیس ہزار برس کا راستہ ہے۔ الغرض آدمؑ کی پشت پر جب دستِ قدرت پھرا ہے تو تمام

مخلوق چیونٹیوں کی شکل میں نکل کھڑی ہوئی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال باکمال کے آگے سے تمام پردے ہٹا دئے اور اپنی خاص تجلّی فرمائی جس سے اُن میں ایک سرور و وجد کا عالم پیدا ہوا اور پھر ساتھ ہی اُس کے ارشاد ہوا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟ تمام مخلوق نے ایک زبان ہو کر کہا۔ بَلٰی بیشک تو ہمارا پروردگار ہے

نظم

محو وہ عہدِ خداوندی ہوا	وہ سماں بندوں کے دل سے مٹ گیا
جذبِ ایمانی کہاں کھوئی گئی	نام کو دہشت نہیں اللہ کی
قسمیں کھانے کو فقط ہے اسکا نام	باقی اُس کے نام سے ہے کس کو کام
عہد کس کا کس کا پیماں بس کرو	بات کچھ پیسے کمانے کی کہو
کاش ہم اللہ کے ہوں دوستدار	یاد آ جائیں ہمیں قول و قرار
موت کا نقشہ جمائیں دل میں ہم	اپنے مولا کو بسائیں دل میں ہم
ابتو اُس کو ہم منا لیں اے وفا	ابتو بیڑا ڈوبنے کو آگیا
اُسکی باتیں اب تو ہم دل سے سُنیں	تاکہ کچھ تو جان آئے جان میں
ساتھ وہ اپنے نہیں ہے اے مُدبّر	ہو گئے ہم نفس و شیطاں کے اسیر

عہدِ خداوندی

نفحات الانس وغیرہ میں مرقوم ہے کہ سب سے پہلے اِس موقع پر جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خطاب آیا کہ اے محمدؐ! تمہیں کس نے پیدا کیا آپ نے جواب دیا یَا رَبِّ اَنْتَ مولا آپنے پیدا کیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے محمد تمہارا پروردگار کون

ہے؟ عرض کیا یا رَبِّ اَنْتَ. حضور آپ ہی میرے پروردگار ہیں. ارشادِ عالی ہوا کہ اے محمدؐ! ہماری جناب میں سجدہ کرو! چنانچہ اُسی وقت آپ سجدہ میں گئے. پھر ارشادِ ایزدی ہوا کہ اے محمدؐ! میں تم سے عہد و پیمان لیتا ہوں جس کے لئے تم حجرِ اسود پر اپنا ہاتھ رکھو اور مجھ سے میری وحدانیت اور میری عبادت کا پورا پورا عہد و پیمان کرو! آں سرورِ کائنات نے حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر مولائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور اُس کی عبادت کا عہد و پیمان کیا. آپ کے بعد حضرتِ نوحؑ کا نمبر آیا اُن کے بعد اور انبیاء و مرسلین کا جس کو مولائے کریم اپنے کلام مجید میں نقل فرماتا ہے؛ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًاۙ یعنے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجیے جبکہ ہم نے تمام رسولوں سے عہد لیا جن میں تم اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور مریم کے فرزند عیسیٰؑ بھی شامل تھے اور ہم نے اُن سے خوب پختہ عہد لیا. چنانچہ حضرت نوحؑ سے بھی اسی طرح عہد لیا جیسا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا اور پھر نوبت بہ نوبت سب سے عہد لے کر تمام دیگر انبیا و مرسلین سے اِس بات پر بھی عہد لیا کہ اے جمیع انبیاء و مرسلین! دنیا میں تمہارے آنے کے بعد ہم ایک نبی پیدا کریں گے جن کا نام محمدؐ ہوگا. اور وہ نبی آخر الزماں ہوں گے جن کی شریعت کا ذکر تمہارے سب کے صحیفے اور کتابوں میں ہوگا لہٰذا تم سب اُس نبی پر ایمان لاؤ! چنانچہ تمام انبیاؑ و مرسلینؑ اُنکی نبوت پر ایمان لائے. اِس کے بعد تمام اولادِ آدمؑ سے عہدِ خداوندی ہوا. لکھا ہے کہ ذریتِ آدمؑ کو چینٹیوں کی شکل میں استادہ کر کے خلّاقِ عالم نے اپنی ربوبیت اور اپنی وحدانیت کا سوال کیا جنہوں نے بالاتفاق اقرار کیا پھر ارشادِ الٰہی

(پارہ ۲۱- الاحزاب - ع ۱ - آیۃ ۷)

ہوا کہ بندو! اگر تم اپنے اقرار میں سچے ہو تو ہماری ذاتِ عالی کو سجدہ کرو۔
یہ سنتے ہی سب نے سجدہ کیا۔ مگر کافر اور منافق لوگوں کی کمر یختہ ہو گئی جس
سے وہ سجدہ نہ کر سکے۔ یہاں محمد ابن عتبہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مومن مسلمان سجدے سے اُٹھے تو انہوں نے
دیکھا کہ ایک عظیم گروہ سجدے سے محروم ہے۔ اور اُن کی کمر یختہ ہو کر رہ گئی ہے
جس سے وہ سجدہ نہیں کر سکے۔ فوراً شکریہ الٰہی بجالائے اور اُسی وقت دوسرے
سجدے میں چلے گئے۔ چنانچہ دو سجدوں کا نماز میں فرض ہونا اِسی بُنیاد پر ہوا
کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ کرنا نہایت پسند آیا نیز یہ بھی
آیا ہے کہ بعضے لوگوں نے صرف ایک حکمی سجدہ کیا اور دوسرا شکریہ کا سجدہ
نہیں کیا اور بعضے لوگ پہلا سجدہ نہ کر سکے مگر دوسرے میں کوشش کر کے
شامل ہو گئے۔ حاصل یہ کہ آدمؑ کی ذرّیت چار حصوں پر تقسیم ہوئی پہلا وہ حصّہ
جنہوں نے دونوں سجدے کئے وہ زندگی بھر ایمان والے رہے اور ایمان ہی
پر اُن کا خاتمہ ہوا۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دونوں سجدے نہیں کئے وہ
زندگی بھر کافر رہے اور کفر ہی کی حالت میں اُن کا خاتمہ ہوا۔ تیسرے وہ لوگ
جنہوں نے پہلا سجدہ کیا اور دوسرا نہیں کیا وہ زندگی میں مومن رہے اور مرتے
ہوئے مُلحِد اور بے دین ہو گئے۔ چوتھے وہ لوگ جنہوں نے پہلا سجدہ نہیں کیا
مگر دوسرا سجدہ کیا وہ زندگی بھر کافر رہے اور مرتے ہوئے مسلمان ہو کر مرے۔

نظم

یا خدا ایمان و توبہ ہو نصیب
اور دو سجدوں سے رکھ ہمکو قریب

زندگی گذرے تو بس ایمان پر
موت بھی آئے تو بس ایمان پر

سب سے بدتر موت اُس کی جانئے
آخری دم کا ہمیں کھٹکا رہے
مذہبوں کا جب تلاطم ہو گیا
یا خدا ثابت قدم رکھ ہم کو تُو

مرتے دم بے دین ہو کر جو مرے
موت کس مذہب پہ آئے دیکھئے
چل گئی آزاد یہ کیسی ہوا
نزعِ ایمانی کی ہو بس جستجو

خاتمہ بالخیر ہو اسلام پر
جینا اور مرنا ہو اُس کے نام پر

آمین

تقسیمِ اقوام

کتبِ تفاسیر میں مرقوم ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی ذرّیت اور اپنی اولاد کو اُس روز اِس حال میں دیکھا کہ بعضے چراغِ روشن کی مانند چمک رہے ہیں اور بعضے روشن ستاروں کی مانند درخشاں چہرے لئے ہوئے ہیں اور بعضے سفید نورانی اور بعضے بالکل سیاہ فام ہیں۔ دریافت کیا کہ خداوندا یہ روشن چہرے والے کون ہیں اور سیاہ رُو کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ اے آدمؑ جو لوگ روشن ستاروں کی مانند ہیں یہ تمہارے وہ فرزند ہیں جو ہمارے پیغمبر اور رسول ہوں گے اور جو لوگ روشن چراغ کی مانند ہیں وہ رسولوں کے نائب اور دینی عالم ہیں اور جو لوگ سفید نورانی ہمارے تختِ جلال کے داہنی طرف ہیں وہ تمہاری اولاد کے نیک لوگ ہیں! اور سیاہ رُو کالے منہ والے تمہاری وہ اولاد ہے جو نافرمان اور بدبخت ہیں۔ پھر داہنی طرف والوں سے خطاب کر کے فرمایا هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ یعنی یہ لوگ جنتی ہیں اور پھر بائیں طرف والوں کو خطاب کر کے فرمایا هٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ یعنی یہ لوگ جہنمی ہیں۔ یہ سُنکر حضرت آدمؑ نے عرض کیا خداوندا!

کاش تو تمام مخلوق کو یکساں حالت میں پیدا کرتا! ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ! ہم نے آسمان کو پیدا کیا اور اُس کے رہنے والے بھی مقرر کئے۔ نیز ہم نے زمین کو پیدا کیا اور اُس کے رہنے والے بھی مقرر کئے۔ نیز ہم نے جنت کو پیدا کیا اور اُس کے رہنے والے بھی مقرر کئے۔ نیز ہم نے دوزخ کو پیدا کیا اور اُس کے رہنے والے بھی مقرر کئے فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ یعنی ایک فریق جنت کے لئے اور ایک فریق دوزخ کے لئے۔

(پ ۲۵ - ع ۲ - الشوریٰ - ۷)

نظم

مالکا، شاہا، تجھے ہے اختیار — تو ہی بس خلاق ہے پروردگار

جس کو تو چاہے۔ بنائے جنتی — جس کو تو چاہے بنائے دوزخی

ہاں، مگر ماتھے پہ یہ لکھا نہیں — جس سے نیک و بد میں ہو جائے یقیں

ہیں علامات عمل اِس کے لئے — جس سے کھُل جاتے ہیں سب اچھے بُرے

اچھے۔ اچھے کام کرتے ہیں سدا — اور بد۔ بدکام میں ہیں مُبتلا

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے داہنی طرف والوں میں سے ایک نورانی شخص کو دیکھا کہ نہایت حُسن و جمال لئے ہوئے زار و قطار کھڑے رو رہے ہیں عرض کیا مولا! یہ کون بزرگ ہیں؟ جو اِس طرح تیری سرکار میں کھڑے رو رہے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ! تمہاری اولاد میں یہ ایک ہمارے پیارے پیغمبر ہیں جن کا نام داؤدؑ ہے۔ اور یہ اِس لئے روتے ہیں کہ ہمارا خوف اِن کے دِل میں بہت سا ہوگا۔ آدمؑ نے دریافت کیا حضور اِن کی عمر کتنی ہوگی؟ جواب ملا کہ اِن کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی، آدمؑ نے پھر دریافت کیا اور حضور میری عمر کتنی ہوگی؟ جواب مِلا کہ تمہاری عمر پورے ایک ہزار برس کی ہوگی۔ یہ سُن کر حضرت آدمؑ کو اپنے فرزند داؤدؑ پر ترس آیا اور کہا کہ الٰہ العالمین میں نے

اپنی عمر میں سے اِس فرزند کو چالیس برس دیئے جو آپ کی عمر میں سے حضرتِ داوٴدؑ کو مِل گئے۔ لکھا ہے کہ جب آدمؑ نو سو ساٹھ برس کے ہو گئے تو ملکُ الموت حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی عمر پوری ہو گئی آدمؑ نے فرمایا نہیں ابھی ایک ہزار پورے ہونے میں چالیس برس باقی ہیں ملک الموت نے کہا جناب! وہ چالیس برس تو آپ اپنے فرزند داوٴدؑ کو دے چکے ہیں۔ فرمایا نہیں میں نے اپنی عمر میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ بلکہ میری عمر میں چالیس سال ابھی اور باقی ہیں۔ ملک الموت نے حضورِ ربّ العزّت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آدمؑ موت کو پسند نہیں کرتے اور وہ چالیس سال جو اپنے فرزند داوٴدؑ کو دیئے تھے۔ اُس سے انکار کرتے ہیں۔ حضورِ خداوندی سے جواب ملا کہ اے ملکُ الموت! ہم نے اپنے فضل سے آدمؑ کی عمر پورے ایک ہزار سال کی فرمائی اور اپنے فضل سے داوٴدؑ کی عمر بھی پورے سو برس کی کر دی۔ کیونکہ ہمارے خزانوں میں کسی بات کی کمی نہیں ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ یعنی اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے لکھ دے۔ کیونکہ لوحِ محفوظ اُس کے پاس ہے۔

(الرعد - ع ۶ - پ ۱۳)

نظم

مالک و مختار ہے ہر چیز کا	قادر و ستار ہے ہر چیز کا
اُس کے ہیں اور اُس کے سب لوح و قلم	وہی کر سکتا ہے بس ہر بیش و کم
زندگی اور موت ہے سب اُس کے ہاتھ	مالک و مختار ہے وہ ایک ذات

پھر تمام اولادِ آدمؑ کے سامنے دُنیا جہان کے کسب اور پیشے پیش کیے گئے اور عام اجازت دی گئی کہ اپنے لیے جو جو پیشے چاہو پسند کرو!

چنانچہ بہت سوں نے اپنے لئے دنیا کے پیشوں میں سے جو جو پیشہ چاہا پسند کیا مگر ایک خاص جماعت نے اُن تمام پیشوں کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کسی دنیاوی کام کو پسند نہیں کیا۔ جن کے نام خطاب آیا کہ تم نے اپنے لئے دنیا کے پیشے اور دنیا کے کاروبار کیوں نہیں پسند کئے؟ اُس جماعت نے جواب دیا کہ خداوندا ہمیں دُنیا کی محبت اور اُس کے تمام اندیشہ ناک پیشوں سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصود تو کچھ اور ہے۔ (بُستان اولیاء دیکھئے)

نظم

تُو ہمارا مدعا ہے اے کریم
جُز ترے ہم کو کسی سے کیا غرض
ہم کو تیری ذات سے ہے مُدعا
چھوڑ کر خالق کو کیوں مخلوق لیں
ہم کو اپنا قرب دے اے کردگار
تیرے عاشق ہیں الٰہ العالمیں
رکھ ہمیں اپنی حضوری میں سدا
تب ہلا عرشِ معلّٰے سے جواب
مجھکو اپنی ذاتِ عالی کی قسم
جس نے دنیا کا نہیں پیشہ لیا
بے گماں روزی اُسے دوں گا مُدام

تُو ہی بس اپنا خدا ہے اے کریم
ہم نہیں لیتے ہیں دُنیا کا مَرض
ہم کو تُو اپنا ہی بس بندہ بنا
تیرے ہوتے دوسرے کے کیوں بنیں
جان و دل تیرے لئے ہے بے قرار
ماسوائے تیرے کوئی مطلب نہیں
اے خدائے دو جہاں ربّ العُلٰی
میری رحمت تم پہ ہوگی بے حساب
میں نہیں بھولوں گا تم کو ایک دم
اُس کی بس روزی کا میں ضامن ہوا
اور ولی ہوگا مرا وہ نیک نام

پَردۂ غفلت

جب آدمؑ اور اُن کی تمام ذریّت سے عہد و پیمان حجرِ اسود پہ ہاتھ رکھ کر

ہو گئے اور بندوں نے اپنے لئے کسب اور پیشے پسند کر لئے اور عابد و معبود
کے درمیان عشق و محبّت کا سلسلہ قائم ہو گیا تو پھر ارشادِ خداوندی ہوا کہ
اے بندو! حجرِ اسود جنّت کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اِسے بوسہ دو! کیونکہ
قیامت کے روز یہ تمہاری اطاعت شعاری اور دوستداری کی شہادت
دے گا۔ اور تمہاری بخشش کی سفارش کرے گا۔ چنانچہ ہر حاجی نے حجرِ اسود
کو بوسہ دیا جس کی سفارش اور شفاعت حجرِ اسود پر لازم کر دی گئی۔ نیز اُس
وقت ملائکہ نے جب اولادِ آدمؑ کی کثرت دیکھی تو حیران ہو کر عرض کیا کہ حضور!
یہ لاتعداد مخلوق اِس سرزمین پر کیونکر آباد ہو سکتی ہے؟ جواب مِلا اے ملائکہ!
اِن کو دُنیا میں ہمیشہ قیام نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک آئیگا اور ایک جائیگا۔ ایک بوئے گا
اور دوسرا کاٹے گا۔ ایک کنواں کھودے گا اور دوسرا پانی پیئے گا۔ پھر ملائکہ نے عرض
کیا کہ خداوندا! اِن میں ماں باپ بہن بھائی دوست آشنا سب کے سب آپس
میں ایک دوسرے سے محبّت کریں گے اور باہم مل جُل کر رہیں گے تو پھر موت
کے وقت یہ اُن سے بچھڑنے اور جدا ہونے کو کیونکر گوارا کریں گے؟ خداوندا اُس
وقت اُن کا عیش و سرور غم اور الم سے بدل جائیگا۔ اور یہ بہت واویلا کریں گے
جواب ملا کہ اے ملائکہ نہیں نہیں۔ بلکہ اِن میں ہر ایک کے دل میں اپنی درازی
عمر کی محبّت اِس قدر غالب ہوگی جس سے یہ اپنے یگانوں اور اپنے قرابت داروں
کو خاک میں ملا کر بھی خنداں و فرحاں رہیں گے۔ اللہ اللہ (اکلِ حلال پڑھیئے)

نظم

پردۂ غفلت بھی کیا سرپوش ہے	غم الم جتنا بھی ہے سب نوش ہے
ڈھانک رکھا ہے سبھی مخلوق کو	دو دُعا سب مِل کے اِس صندوق کو
واہ اے غفلت تری کیا بات ہے	آج دُنیا ہے کہ تیرے ساتھ ہے

پردۂ غفلت نے وہ ڈالا ہے جال
پردۂ غفلت نہ ہوتا گر یہاں
جیتے جی جا لیٹتے قبروں میں سب
یہ بنج بیپار ہوتے کس طرح
درہم و برہم جہاں ہوتا۔ تمام
کام جو ہیں اُس کے وہ حکمت کے ساتھ
چل رہی ہے کے وہ انسان کو
اولیاء و نیک ہیں اِس سے جُدا
پاس غفلت کے نہیں وہ زینہار
کاش وہ ہم کو بھی یہ توفیق دے

ایک دُنیا اِس سے ہے فرخندہ حال
کس طرح فرمایئے بستا جہاں
مردہ صورت ہوتے بس زندوں میں سب
اور یہ کاروبار ہوتے کس طرح
زندگی مخلوق کی ہوتی حرام
دے دیا مخلوق کو غفلت کا ساتھ
آگئی گویا وہ اِس کی جان کو
چھا رہا ہے اُن پہ بس خوفِ خُدا
ہر گھڑی ہے اُن کو خوفِ کردگار
پردۂ غفلت سے ہم بھاگیں پَرے

آدمؑ کی پیغمبری

معراج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر جب پانچسو برس کی ہوئی اور آپ کے ہاں اولاد بھی کثرت سے ہوگئی تو اُن کی تعلیم مذہبی کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو پیغمبری عطا فرمائی اور اُن کو تمام اُن کی اولاد پر اپنا رسول بنایا۔ اور رات دن میں اُن پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی نیز روزے رکھنے اور غسلِ جنابت کرنے کا حکم ہوا۔ اور حسبِ ذیل اشیاء کی ممانعت کی گئی یعنی تمام مُردار جانوروں کے گوشت اور خاصکر لحمِ خنزیر اور شراب حرام کی گئی۔ نیز ایامِ ابیض یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ کے روزے ہر مہینے میں فرض ہوئے جو آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضرت موسٰی کے زمانے

تک برابر فرض رہے اور اُس زمانے میں محرم کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کا روزہ بھی فرض تھا۔ جنابِ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرتِ آدمؑ جب آسمان سے زمین پر آئے ہیں تو اُن کا تمام جسم آفتاب کی تیزی سے سیاہ ہوگیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اے آدمؑ! اگر تم اپنا جسم پہلے جیسا نُورانی سُرخ سفید کرنا چاہتے ہو تو ہر مہینے تیرھویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ کے روزے رکھا کرو۔ چنانچہ جب آپ نے تیرھویں کا روزہ رکھا تو آپ کے جسم کا تہائی حصہ نُورانی ہوگیا۔۔۔۔۔

نیز دوسرے اور تیسرے روزے میں حضرت آدمؑ کا تمام جسم نہایت نُورانی اور شفاف ہوگیا۔ اِسی لئے اِن روزوں کا نام ابیض رکھا گیا۔ کیونکہ ابیض کے معنی سفید اور نورانی کے ہیں۔ ہمارے آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے تو آپ بھی ایامِ ابیض کے تین روزے اور عاشورہ کا ایک روزہ برابر رکھتے رہے۔ پھر كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی آیت نازل ہوئی اور ماہِ صیام کے روزے فرض ہوئے۔ ورنہ اِس سے پہلے بس یہی چار روزے تھے۔ آیت کے معنی ہیں۔ فرض کئے گئے تم پر روزے جیسا کہ تم سے پہلوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ (ماہِ صیام پڑھیے)

(پ۲-البقرۃ-۱۸۳)

تفسیرِ کشاف میں لکھا ہے کہ حضرتِ آدمؑ پر آسمان سے دس صحیفے نازل ہوئے جن کے مضامین کا بڑا حصہ علم اسرار و حکمت اور علم طبعی اور علم تسخیرِ جنات و شیاطین اور علم ہندسہ اور حساب وغیرہ سے لبریز تھا۔ لکھا ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو مارا جس سے قابیل درگاہِ ایزدی سے مردود ہو کر

سرزمین یمن کی طرف گیا تو وہاں اُس نے بُت پرستی کرنی شروع کی. اور اپنی اولاد سے بھی اُس نے بتوں کی پوجا شروع کرائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ کو وحی آئی کہ اے آدمؑ! قابیل کے پاس جاؤ! اور اُس کو مع اُس کی اولاد کے راہِ راست یعنی ہماری وحدانیت کی ترغیب دو۔ اور اُنہیں مہمل نہ چھوڑو!
چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے یمن تشریف لے گئے اور خدا تعالیٰ کا پیغام سُنایا پس جنہیں راہ راست پر آنا تھا وہ آئے مگر تھوڑے سے قابیل کے ساتھ بُت پرستی کے مذہب پر پختہ اور مضبوط ہو گئے اور دینِ اسلام سے قطعی پھر گئے۔ لکھا ہے کہ شرک دُنیا میں حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ کے زمانہ سے لوگوں میں شروع ہوا لیکن کفر حضرت آدمؑ کے وقت سے عالم میں پھیلا۔ جس کا موجد صرف قابیل ہے۔ القصہ جب آدمؑ علیہ السلام نے قابیل اور اُس کی اولاد کو دینِ اسلام کی طرف بلایا تو اُنہوں نے معجزے طلب کئے۔ حضرت آدمؑ نے اُسی وقت پتھر سے شیریں اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ اور ایک بڑے درخت کو اپنے پاس بلایا اور ٹھیکریوں نے آدم علیہ السلام کے ہاتھ پر آ کر کلام کیا۔ اور آدمؑ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دی۔ علاوہ اِس کے اور بہت سے معجزے حضرت آدمؑ نے اُنکو دکھائے جس سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے اور بہت سے کافر ہی رہے۔

کتبِ تواریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت آدمؑ کے ہاں چالیس ہزار اولاد پیدا ہوئی جو موقع بموقع اُن کو راہ راست پر لانے اور دینِ اسلام کی تعلیم دینے میں مصروف رہے، کبھی آپ نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ کبھی آپ ہنسے نہیں۔ کبھی آپ نے سیاہ کپڑا نہیں پہنا۔ اور سوائے ضروری بات کے کبھی آپ کلام نہیں کرتے تھے۔ نیز آخر میں ضعف کے سبب آپ کے پہلو کی ہڈیاں

سیڑھی کی طرح نمایاں ہوگئی تھیں۔ اکثر اوقات آپ مراقبے میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور آپ کی اولاد کے مرد و عورت آپ کے پاس آتے تو آپ کی پسلیوں کی سیڑھیوں پر سے کندھوں پر جا کر بیٹھتے اور دوسری جانب سے اُتر جاتے اُس وقت آپ فرماتے کہ اے میری اولاد! میں نے جو عیش دیکھا ہے وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور میں نے جو غم و الم برداشت کئے ہیں وہ تم برداشت نہیں کر سکتے ہو۔ نیز اے میری اولاد! میں نے جنت میں ایک کام خلافِ مرضیٔ مولا کیا تھا جس سے میں عتابِ الٰہی میں آیا اور بڑی پریشانیاں اُٹھائیں۔ اب میں ہر وقت خدا سے ڈرتا ہوں کہ مبادا کوئی اور حرکت مجھ سے خلافِ مرضی نہ ہو جائے جس کے بدلے اسفل السافلین میں قید نہ کر دیا جاؤں۔ الغرض آپ اپنی اولاد کو شریعت کے احکام سُناتے اور اُن کو توحید و خدا شناسی کے راستے بتاتے اور جو باتیں خلافِ مرضیٔ مولا اُن میں رائج ہوتیں اُنہیں منع فرماتے تھے اور اپنی اولاد کو مختلف زبانوں کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ (دولت اخلاق دیکھئے)

نظم

ایک دم غافل نہ تھے اولاد سے
یادِ حق کی رات دن تلقین تھی
آج ہم اولاد سے غافل ہوئے
مُنہ میں ہو اُن کے چُرٹ تو غم نہیں
ڈاڑھیاں منڈوائیں یا نشے پئیں
سینما کا شوق ہو تو واہ واہ
بے نمازی ہوں تو کچھ پرواہ نہیں

شغل تھے تعلیم اور تلقین کے
معصیت سے روکنے کی تھی لگی
کر دیا آزاد جو چاہے کرے
گالیوں سے اُن کی خوش ہیں بالیقیں
بیل ہیں چھوٹے ہوئے جو بھی کریں
دنگلوں کا ذوق ہو تو واہ واہ
بے ادب ہو جائیں تو کھٹکا نہیں

گو بڑوں کو وہ کڑھائی میں تلیں	اور بڑے اِس میں بھی اُن سے خوش رہیں
آہ کیا حالت ہماری ہو گئی	تربیت کیسی دلوں سے کھو گئی

آدمؑ کی وصیّت

جب آپ کی عمر پورے ایک ہزار سال کی ہو گئی تو ایک روز آپ نے حضرتِ شیثؑ اور اُن کے ساتھ اور بہت سے فرزندوں کو بُلایا اور نہایت محبت سے اُنہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ اور حسب ذیل وصیت شروع کی:-

اے میری اولاد! شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ٥ یعنی شیطان انسان کا کھُلا دشمن ہے اُس سے بچنا اور محرمات کے پاس نہ جانا۔ پھر فرمایا کہ اے شیثؑ تم اور تمہارے تمام بھائی میری اِن وصیتوں کو غور سے سُنو اور ہمیشہ اِن پر غور کرنے کی کوشش کرو۔ نیز تم بھی اپنی اولاد کو یہی وصیت کرنا۔ چنانچہ وصیتیں تو حضرت آدمؑ نے بہت کچھ فرمائیں لیکن منجملہ اُن کے صرف پانچ وصیتیں نقل کی جاتی ہیں:- (تین نصیحتیں، پڑھئے)

پہلی وصیت

اے میری اولاد! دُنیا کے ساتھ کبھی دل نہ لگانا اور کبھی اِس میں بے غل وغش ہو کر نہ رہنا۔ اِس لئے کہ میں نے جنت سے دل لگایا تھا جس سے میں وہاں سے نکال دیا گیا اور اس نتیجے کو پہنچا۔

نظم

دل لگی اللہ سے بس ٹھیک ہے	ماسوا اِس کے نہیں ہے کوئی شے

بلکہ ہے الفت ہر اک شے کی خراب	آدمی کے حق میں ہوتی ہے عذاب
ہوتی ہے معبود کو وہ ناگوار	آخرش انسان بس ہوتا ہے خوار

(عشق الٰہی، پڑھیے)

دوسری وصیت

اے میری اولاد کبھی عورتوں کے کہنے پر عمل نہ کرنا۔ شَاوِرُوهُنَّ وَ خَالِفُوهُنَّ جس بات کو وہ کہیں اُس کا برعکس کرنا۔ کیونکہ میں نے جنّت میں عورت ہی کے کہنے سے گیہوں کا دانہ کھالیا تھا جس سے میں انتہائی تکلیف میں مُبتلا ہوا۔ (دعوت نسواں، پڑھیے)

نظم

ٹیڑھی پسلی رنگ لاتی ہے ضرور	عقل میں ہوتا ہے بس اُس کے فتور
جن کی ناقص عقل، ناقص دین ہے	مشورہ اُن کا نہیں ہے کوئی شے
خادموں سے کام مخدوموں کے لو	میرے بچّو تم نہ یہ ہرگز کرو

تیسری وصیت

اے میری اولاد! جب تم کوئی کام کرو اُس کا انجام ہمیشہ سوچ لینا افسوس میں نے بغیر سوچے دانہ گندم کھا لیا تھا جس کا نتیجہ بد آج تک دیکھ رہا ہوں۔

نظم

سوچکر انجام جو کرتے ہیں کام	رہتے ہیں بہتر سے بہتر وہ مُدام
کرکے پچتانا نہیں پڑتا اُنہیں	ہے وصیّت پیارے آدمؑ کی ہمیں
تولنا ہر بات کو پھر بولنا	دونوں ہاتھوں اپنے موتی رولنا

چوتھی وصیّت

اے میرے بچو! تمہیں جس کام میں تردّد ہو وہ ہرگز نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے گیہوں کا دانہ کھاتے وقت تردّد ہوا تھا مگر میں نے باوجود تردّد ہونے کے دانہ

گندم کھالیا اور مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔

نظم

جس میں تجھ کو ہو تردّد اے بشر	بھُول کر بھی کام وہ ہرگز نہ کر
جس میں دل تیرا اٹھکے اے میری جاں	کر کے بسم اللہ کر وہ بے گماں
کام ہو گا جو تردّد کا عیاں	اُس میں پچھتانا پڑے گا بے گماں

پانچویں وصیت

اے میرے بچو! جو کام تمہیں درپیش ہو اُس میں اپنے رفیقوں سے ضرور مشورہ لینا۔ اور کبھی اپنی مرضی سے کوئی کام نہ کر بیٹھنا۔ کیونکہ میں نے اپنے رفیق فرشتوں سے مشورہ نہ لیا اور دانۂ گندم کھالیا جس کے سبب میں کس نتیجہ کو پہنچا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۔ یعنی اُن سے (آپس میں) مشورہ کر لیا کرو

نظم

مشورے میں ہے عجب برکت نہاں	خیر و خوبی اِس میں ہوتی ہے عیاں
مشورے کی خوبیاں ہیں اِس قدر	آدمی ہوتا نہیں زیر و زبر
مشورہ ہر کام میں ہو بالیقیں	اِس سے خوش ہوتا ہے ربّ العالمیں

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شیثؑ تمہیں اللہ تعالیٰ نبی بنائیگا۔ اس لئے تمہیں خاص طور سے میری وصیت ذہن نشین کرنی چاہئے چنانچہ پھر آپ نے توحیدِ خداوندی کی نہایت زور کے ساتھ وصیت فرمائی اور پھر تمام پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان لانے کا پورا پورا اقرار لیا۔ اِس کے بعد تابوتِ سکینہ طلب کر کے اُس کا پٹ کھولا اور اُس میں سے ایک صحیفہ نکالا جس میں تمام پیغمبروں کے صفات و علامات اور معجزے مرقوم تھے۔ نیز اُن پیغمبروں

کی مختلف زبانیں اور جائے قیام یہ سب لکھے ہوئے تھے۔ اور اُن پر جو جو عطائیں اور جو جو بلائیں نازل ہونے والی تھیں وہ سب تحریر تھیں۔ جن کی تفصیل اور تشریح کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے اپنا حال بیان کیا۔ پھر خود حضرت شیثؑ کا ذکر کیا۔ ازاں بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا حال بالتفصیل بیان کرتے ہوئے سب کے بعد حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام اور جناب خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر وہ بیان ختم کر دیا اور پھر رسول کریمؐ کے چاروں رفقاء یعنی صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ نیز حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا ذکر کر کے وہ صحیفہ لپیٹ دیا اور اُسے تابوتِ سکینہ میں رکھدیا۔ اور پھر فرمایا کہ اے شیثؑ! اِس تابوتِ سکینہ کو نہایت حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھنا نیز مطلع رہو کہ میں اِس دارِ فانی سے اُس دارِ بقا کیطرف رحلت کرنیوالا ہوں اور تمہیں اپنا جانشین وخلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ پس تمہیں لازم ہے کہ محلِ خلافت میں تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم رہنا اور وہ شریعت کہ جو میرے اوپر نازل ہوئی ہے اُس پر پورا پورا عمل درآمد کرنا اور نبی آخرالزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ مرتبہ سمجھنا کیونکہ وہ تمام پیغمبروں سے مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہوں گے اور اُن کی اُمّت تمام اُمتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ والی ہے۔

نظم

حال اِس اُمّت کا سنیئے اے جناب	کیا ہویدا یہ ہوئی عزت مآب
ہے یہ ایک روزِ ازل کی داستاں	جو کہ آدمؑ نے سنائی بے گماں
اُمّتِ احمد سُنے یہ غور سے	اور یہ دیکھے کہ وہ کیا چیز ہے
کس قدر عزت خدا نے کی عطا	اللہ اللہ کیا دیا ہے مرتبا
رشکِ صد پیغمبراں اُمّت ہوئی	آرزو ہر اک نبی نے اِس کی کی

اُمّتِ محمدیہ

جب حضرتِ آدم علیہ السلام اپنے فرزندان اور خاص کر حضرت شیثؑ پیغمبر کو تمام ہدایتیں اور وصیتیں کر چکے تو پھر آپ نے اپنی تمام اولاد اور بالخصوص شیث علیہ السلام سے اُمّت محمدیہ کے فضائل اور خوبیاں بیان کرنی شروع کیں۔ چنانچہ آدمؑ فرماتے ہیں کہ اے شیثؑ! تمہاری پُشت میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اُس کی پوری پوری حفاظت کرنا کیونکہ وہ میری اولاد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے سردار ہیں۔ اور وہ پیارے رسولؐ ہیں جن کی اُمّت بڑے مرتبہ والی ہوگی۔ نیز مجھ میں اور اُن میں اتنا فرق ہوگا کہ چھ باتوں سے وہ مجھ پر بڑھ جائے گی۔

پہلی بات

اے میری اولاد! مجھ کو صرف ایک نافرمانی کرنے پر جنت سے نکالا گیا۔ لیکن اُمّتِ محمدیہ بے حد نافرمانیاں کرے گی۔ اور اِس پر بھی وہ نہایت اعزاز کے ساتھ جنّت میں داخل کر دی جائے گی

نظم

جائے گی جنّت میں اُمّت اسقدر	آٹھوں دروازے سبھی جائینگے بھر
جب نبیؐ دیکھیں گے اُن کا اژدہام	ششدر و حیرت زدہ ہونگے تمام
دنگ ہوں گے آسمانوں کے مَلَک	جب زمیں سے دیکھیں گے وہ تا فلک

دوسری بات

اے میری اولاد! میری تقصیر عالم آشکارا ہوئی۔ لیکن اُمّت محمدیہ کے

گناہ بالکل چھپائیے جائیں گے اور دونوں جہان میں اُنکی پردہ پوشی ہوگی۔

نظم

پردہ پوشی اُن کی ہوگی اِس قدر	عیب سب بن جائینگے اُن کے ہُنر
اِس قدر راضی ہے اُن سے وہ اِلٰہ	خاطئ و مجرم بنیں گے بادشاہ
میری اُمّت ہو گئی دشمن تمام	اُن کا کلمہ وہ بھرے گی لاکلام

اے میری اولاد! مجھے صرف ایک قصور پر میری رفیق بیوی حوّا سے جُدا کر دیا گیا لیکن وہ اُمّت باوجود بہت سے قصوروں کے اپنے رفیقوں اور عزیزوں سے جُدا نہیں ہوگی۔ (رضوان مولا پڑھیئے)

نظم

نیک و بد اچھے بُرے کھوٹے کھرے	سب کے سب ہونگے بہم اور ایک جگے
وہ جُدا ہوں گے نہ آپس میں کبھی!	اور ہوں گے ملتے جلتے وہ سبھی
ایک گھر میں ہوں گے سب اچھے بُرے	فضلِ ربی اُن پہ ہے کیا دیکھیے

چوتھی بات

اے میری اولاد! میں ایک معصیت پہ روتا رہا اور خدا تعالیٰ کی حضوری میں گریہ و زاری کرتا رہا۔ آخر مدتوں میں میرا عذر قبول ہوا لیکن وہ اُمّت اِس شان کی ہوگی کہ ہزاروں لاکھوں گناہ کرکے ذرا پشیمان اور نادم ہوگی تو اُسی وقت اُن کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

نظم

آنسوؤں کے میرے دریا اک طرف	واں پشیمانی کا نقشہ اک طرف
مُدتوں برسوں یہاں آہ و بکا	واں پشیمانی سے سب دھو یا گیا
رحمتِ ربی یہاں برسوں نہیں	مہرباں ہے اُن پہ ربُّ العالمین

پانچویں بات

اے میری اولاد! مجھ کو صرف اک بات پر برہنہ کردیا گیا لیکن وہ ہزاروں باتوں پر بھی برہنہ نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اُن کی تمام باتیں چھپالی جائیں گی۔

نظم

میری حالت جو ہوئی زیر د زبر	پردہ پوشی اُن کی ہوگی اِس قدر
عیب ڈھانکے جائیں گے اُسکے سدا	مہرباں ہوگا بہت اُن پر خدا
اُمّتِ مرحومہ وہ کہلائے گی	آبرو دونوں جہاں میں پائے گی

چھٹی بات

اے میری اولاد! میں توبہ کرنے کے لئے میدانِ عرفات میں گیا وہاں جاکر میری توبہ قبول ہوئی لیکن وہ توبہ کے لئے ایک قدم بھی گھر سے نہیں نکلے گی وہیں بیٹھے بیٹھے اتنا کہے گی کہ الٰہی توبہ، مولا اُسی وقت اُن کے سارے گناہ معاف کردے گا اور انہیں بخش دے گا۔ (رحمت یزداں پڑھیئے)

نظم

جیسی اُس اُمّت کی توبہ ہے پسند	ہے نہیں بس کوئی شے ایسی پسند
تائبیں بندوں سے راضی ہے کریم	اُن پہ فرماتا ہے وہ لُطفِ عمیم

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اُمّتہٗ مُذنبۃٌ وَاَنَا رَبٌّ غَفُوْرُ الرَّحِیْم یعنی اُمّتِ محمدیہ گنہگار ہے اور میں اُنکا بخشنے والا مہربان ہوں

آدمؑ کی وفات

دُنیا میں ہمیشہ کوئی رہتا ہے بھلا کیوں	جب حضرت آدمؑ نہ بچے موت کے ہاتھوں

کتبِ تواریخ وتفاسیر میں مرقوم ہے کہ تمام نصیحتوں وصیتوں کے بعد حضرتِ آدمؑ کو مرض لاحق ہوگیا۔ جس میں آپ نے دوا یا غذا کے لئے اپنی اولاد سے روغنِ زیتون مانگا۔ مگر اُس وقت تک دنیا میں زیتون کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ میں بھُولا وہ تو جنّت میں ہے، یہاں نہیں ہے اچھا اے شیثؑ! تم کوہِ طور پر جاؤ اور وہاں جاکر حضورِ خداوندی میں میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کا بندہ آدمؑ سخت بیمار ہے اور روغنِ زیتون آپ سے طلب کرتا ہے۔ یقین ہے کہ میرا مولا مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اور روغن زیتون تمہیں مِل جائیگا۔ جسے تم میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ حضرتِ شیثؑ منزل بہ منزل راستہ طے کرتے ہوئے کوہِ طور پر پہنچے اور وہاں جاکر حضورِ خداوندی میں عرض کیا کہ میرے والد بزرگوار سخت علیل ہیں اور وہ حضور سے روغنِ زیتون کی خواہش کرتے ہیں۔ جنہوں نے مجھے اپنا نائب بناکر درگاہِ رب العزت میں بھیجا ہے اور یہ عرض کیا ہے میرا مولا میری تمنّا پوری کرے گا۔ اور بہشت کا روغنِ زیتون مجھے دیگا۔ پس جنابِ شیثؑ علیہ السلام حضرت آدمؑ کی طرف سے یہ مناجات کرہی رہے تھے کہ طورِ سینا کی چوٹیوں سے ایک ندا ہوتی ہے:۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ یعنے

نظم

سُننے والا ہوں ہر اک فریاد کا　　دینے والا ہوں ہر اک امداد کا
مانگنے میں شرم کیوں آدمؑ نے کی　　کیوں نہ وہ شے اُس نے مجھ سے مانگ لی
اُس کو دے دینا دہیں ہیں لاکلام　　کیوں اُٹھائی تم نے یہ دقّت تمام
روغنِ زیتون یہ جنّت کا لو　　اور بس آدمؑ سے یہ جاکر کہو
تجھ سے میں خوشنود ہوں بندے مرے　　خُلد کے دن آگئے اب پھر ترے

آپ جو منھ پھیر کے حضرتِ شیثؑ دیکھتے ہیں تو یہ کہ ایک فرشتہ روغنِ زیتون لئے کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ اے شیثؑ لاؤ اپنا پیالہ! پیارے شیثؑ نے وہ لکڑی کا پیالہ جو اسی لئے لے گئے تھے پیش کیا۔ فرشتہ نے وہ پیالہ جنت کے روغن زیتون سے لبریز کردیا۔ جسے حضرت شیثؑ لیکر واپس ہوئے اور چلتے چلتے حضرت آدم علیہ السّلام کی خدمت میں آپہنچے اور وہ روغنِ زیتون کا پیالہ پیش کیا۔ حضرت آدمؑ نے تھوڑا سا اس میں سے پیا اور تھوڑا اپنے جسم پر ملا جس سے آپ کا مرض جاتا رہا۔ اور آپ بالکل تندرست ہوگئے اسکے بعد حضرت شیث علیہ السلام نے پیامِ ایزدی آپ کو سُنایا جسے سُنکر آپ نے شوقِ جنّت اور وصالِ الٰہی میں زار و قطار رونا شروع کیا۔ یہانتک کہ آپ کا مرض پھر عود کر آیا۔ اور آپ کی یہ بیماری دن بدن ترقی کرتی چلی گئی۔ پھر ایک روز یکایک آپ کا دل جنّت کے میوؤں کی طرف مائل ہوا اور فرمایا کہ اے میری اولاد! تم دو چار مل کر کوہِ طور پر جاؤ اور میرے لئے جنّت کے میوے حضورِ رب العزّت سے لے کر آؤ۔ چنانچہ اُسی وقت حضرت آدمؑ کے چند صاحبزادے کوہِ طور کی جانب روانہ ہوگئے۔ راستے میں چند فرشتے انہیں ملے جن میں جبریل علیہ السلام بھی تھے۔ دریافت کیا کہ اے فرزندانِ آدمؑ کہاں جاتے ہو؟ فرزندانِ آدمؑ نے کہا کہ ہم اپنے باپ آدمؑ کے لئے جنت کے میوے حضورِ رب العزّت سے لینے کے لئے کوہِ طور پہ جاتے ہیں حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ واپس چلو! کیونکہ ہم تمہارے باپ آدمؑ کی فرمائش لے کر خود ہی آئے ہیں۔ یہ سنکر فرزندانِ آدمؑ واپس ہوئے اور اب یہ سب مل جُل کر حضرت آدمؑ کی خدمت میں پہونچے چنانچہ ملائکہ آکر حضرت آدمؑ کے قریب بیٹھ گئے۔ اور حضرت جبریلؑ نے آہستہ آہستہ فرمایا کہ اے صفی اللہ کیا مزاج ہے؟ آدمؑ نے فرمایا کہ مرض کی شدت

اِس درجہ ہوگئی ہے کہ عبادتِ خداوندی کے لئے کھڑا ہونا دشوار ہوگیا ہے اور میں اُٹھ نہیں سکتا ہوں۔ جبرئیلِ امین نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ اتنے میں ملک الموت بھی آموجود ہوئے اور کہا۔ اَلسَّلَامُ یُقْرِءُکَ وَوَلَدِکَ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی ملکُ الموت نے فرمایا کہ اے آدمؑ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور اپنی رحمت و برکت آپ پر نازل کرتا ہے اور آپ کے فرزندان پر بھی اپنا سلام نازل کرتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت آدمؑ ہمہ تن اُن کی طرف مخاطب ہوگئے اور جلدی سے ملکُ الموت کا جواب دیا اور تعظیم سے پیش آئے۔ اُس وقت حضرتِ آدمؑ کے قریب ہی کہیں حضرتِ حوّا بھی بیٹھی تھیں جو ملک الموت کی صورت دیکھ کر زار و قطار رونے لگیں۔ حضرت آدمؑ نے مڑ کر اُن کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ تم یہاں سے باہر چلی جاؤ۔ اور مجھے اِن لوگوں کے پاس چھوڑ دو۔ جو میرے مولائے کریم کے پاس سے آئے ہیں کیونکہ اے حوّا مجھ پر جو جو مصائب نازل ہوئے وہ صرف تمہاری ہی بدولت اور تمہاری ہی وجہ سے ہوئے اِس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جبرئیلؑ امین کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ میں عنقریب موت کا مزہ چکھنے والا ہوں ذرا مجھ کو یہ بتا دو کہ آسمانوں میں مجھے اب عاصی اور گنہگار تو نہیں کہتے؟ یہ سنتے ہی ملک الموت اور تمام ملائکہ رو دیئے۔ نیز حضرت جبرئیلؑ بے چین ہوگئے اور اُسی وقت عرشِ معلّیٰ سے ندا آئی۔

نظم

آج اے آدمؑ نہ ہو اندوہگیں	کیونکہ میں راضی ہوں تم سے بالیقیں
قربِ میرا تم کو اب ہوگا نصیب	رحمتِ رحمان اب ہوگی قریب

سر اُٹھا کر آسماں کو دیکھ لو	اپنے استقبال کو اور دھوم کو
حضرتِ آدمؑ نے اپنا سر اُٹھا	آسماں پر دیکھا گُل لالہ کھلا
خُلد ہے اُن کے لئے آراستہ	جنّت الفردوس ہے پیراستہ
ہو رہی ہیں کس قدر تیاریاں	گویا آمد ہے کسی کی بس یہاں
ہو رہے ہیں جوش استقبال کے	نکلے تھے جو ہچکیاں لیتے ہوئے

چنانچہ پیارے آدمؑ جنّت اور اُس کی تیاریاں دیکھ کر باغ باغ ہوگئے اور ملک الموت کی طرف دیکھ کر بولے۔ اے ملک الموت عَجّل عَجّل یعنے جس کام کے لئے آئے ہو جلدی وہ کام کرو۔ کیونکہ میری جانِ مشتاق کو اَب مفارقت کی تاب نہیں۔ یہ سُنتے ہی ملک الموت حضرت آدم علیہ السّلام کی جان نکالنے میں مصروف ہوئے اِدھر آدم علیہ السّلام نے اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحلیل شروع کی اُدھر جبریلؑ نے فرمایا کہ اے ملک الموت لے قابض الارواح! دیکھنا یہ ابو البشر حضرتِ آدمؑ صفی اللہ وخلیفۃ اللہ ہیں ذرا اِن کی جان نکالنے میں نرمی اور آسانی کرنا کہ یہ خود دستِ قدرت کے بنائے ہوئے ہیں اور اِن کی رُوح خود خصور ربُ العزت نے دَم کی ہے وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنَ الرُّوْحِیْ یعنی مولا فرماتا ہے کہ اپنی روحِ لطیف آدمؑ کے پُتلے میں میں نے خود داخل کی نیز جبریل علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اپنے کام سے فارغ ہوگئے اور روحِ مطہر جسدِ آدم سے نکال لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

نظم

آہ آدمؑ اِس جہاں سے چل بسے	سب زن و فرزند روتے رہ گئے
ہر طرف آہ و بکا ہونے لگی	آپ کی اولاد سب رونے لگی

انتہا کے عیش دیکھے آپ نے — انتہا کے رنج جھیلے آپ نے

بے ثباتیٔ دُنیا

ماسوا اُس کے کسی اور کو ہوتا جو قیام — بالیقیں آپ بھی بس ایسے کہ جو رہتے مُدام

اُسکی وحدت کا پتہ دنیا ہی ہر شے کا وصال — اُسکی قدرت نظر آتی ہی یہیں اُس کا کمال

بس یہیں آن کے سب شاہ وگدا ہیں یکساں — زور و زر ہوتے ہوئے آہ یہیں ہیں بے بس

جنکی آوازوں سے کہسار بھی گونج اُٹھتے تھے — چُپ چپاتے ہوئے وہ زیرِ زمیں جا سوئے

جنکے حکموں پہ اشاروں پہ رہی فوج وسپاہ — قبر کی خاک نے اُن کا بھی کیا حال تباہ

کر گئے دارِ فنا میں جو خدائی دعوے — آج دنیا میں کوئی خاک بھی اُنکی ڈھونڈے

سینکڑوں عاقل وہشیار ہزاروں حکما — موت کے آگے کسی کا بھی کوئی نسخہ چلا

بے ثباتیٔ جہاں خوب جمایا سکہ — تو نے دنیا میں کسی کو بھی نہ باقی چھوڑا

گرم کر رکھا ہے کیا تو نے فنا کا بازار — ہائے پامال کیے دیتی ہے تیری رفتار

پہلوانانِ جہاں چت ہوئے تیرے ہاتھوں — جن کے قبضہ میں سدا فوج وسپہ تھی لاکھوں

انبیاء وعُلمٰی موت کے ہاتھوں نہ بچے — اولیاءِ وکملا اِس سے نہ محفوظ رہے

اُس کی وحدت پہ تصدق ہی ہر اک شے کا وجود — جس سے ثابت ہوا وہ ایک اکیلا معبود

دارِ دنیا جسے کہتے ہیں وہ ہے دارِ فنا
اِس میں اسخق برابر ہیں سبھی شاہ وگدا

دیکھئے موت کا منظر

اللہ تعالیٰ اپنے کلام اقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ یعنی اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے بندوں کو سُنا دو کہ دُنیا اور دُنیا کی ہر شے نہایت مختصر اور بہت قلیل ہے۔ گو ہزاروں سال بھی کوئی جئے۔ لیکن پھر آخر موت آنی ہے اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے

(پ۵- النساء ع۱۱- آیۃ ۱)

کہ بوقت انتقال اُنہوں نے ملکُ الموت سے کیا کہا! لکھا ہے کہ جب حضرت عزرائیلؑ نوحؑ پیغمبر کے پاس آئے تو نوحؑ حیران ہو کر اُن سے پوچھتے ہیں کہ کیسے تشریف لائے جس کے جواب میں ملکُ الموت نے کہا کہ آپ کی جان قبض کرنے کے لئے آیا ہوں، اتنا سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور فرمایا کہ اے ملک الموت! تم نے بہت جلدی کی اور بہت جلدی جان نکالنے کے لئے آگئے! ملک الموت نے جواب دیا کہ آپ کی عمر ساڑھے نو سو برس کی ہوئی اور اتنی عمر کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوئی۔ پھر بھی آپ یہ فرماتے ہیں کہ بہت جلدی آگئے۔ یہ سُنکر حضرتِ نوحؑ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے ملکُ لموت گو میں ساڑھے نو سو برس زندہ رہا لیکن اِس وقت تمہاری صورت دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا میں اتنی تھوڑی دیر ٹھہرا ہوں کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں جس میں ایک دروازے سے میں داخل ہو کر دوسرے دروازے تک پہونچنے نہیں پایا کہ تم نے میرا ہاتھ آن پکڑا۔

نظم

دنیا میں اگر لاکھ برس بھی کوئی ٹھہرا اک لحظہ بھی دُنیا میں نہ ٹھیرا کہ چلا میں	ق	موت آتے ہی وہ بھی یہی بس صاف کہے گا کیا کر کے چلا۔ آیا تھا کیا کرنے بھلا میں

جناب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلدُّنْیَا دَارُ الْمُسْتَوْطِنِ وَمُسَافِرٌ فِیْھَا غَرِیْبٌ۔ دنیا کو اپنا گھر اور اپنا وطن بنانے والے اِس کو اپنا گھر اور اپنا وطن نہ بنائیں کیونکہ وہ اِس میں ایسے مسافر ہیں جن کا کوچ بہت جلدی ہونے والا ہے۔ نیز آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (یعنی) دنیا محض عاقبت کی کھیتی ہے جو زمین پر بہت تھوڑے دن

ٹھیرتی ہے اور پھر وہ بہت جلد کاٹ لی جاتی ہے۔ نیز حضور فرماتے ہیں اَلدُّنیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارُ لَہٗ یعنی لوگو خبردار ہو جاؤ کہ دنیا اُس کا گھر ہے کہ جس کا کوئی گھر نہیں یعنی یہ کہ دنیا کو اپنا گھر سمجھنا عین حماقت ہے۔

نظم

دُنیا جسے کہتے ہیں وہ بے شبہ سرا ہے
گھر اس کو کوئی سمجھے تو افسوس کی جا ہے

دُنیا کی حقیقت سے جو آگاہ بشر ہو
دارین میں پھر اُس کو کوئی غم ہو نہ ڈر ہو

سونا ہے یہاں خاک میں ہر فردِ بشر کو
آدمؑ کی طرح یاد کرو آخری گھر کو

حضرت نوحؑ کا مقدمہ

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ یعنی قیامت کے روز تمام لوگ اپنے اپنے اماموں کے ساتھ آواز دیئے جائیں گے۔ اور حضور ربُ العزت میں حاضر کیئے جائیں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت نوحؑ اور اُن کی قوم کو آواز دی جائے گی۔ پس جب حضرت نوحؑ علیہ السلام اور اُن کی قوم حاضر ہو جائے گی تو سوال ہوگا کہ اے قومِ نوحؑ! تم نے ہمارے ایلچی ہمارے پیغمبر نوحؑ کا کہنا کہاں تک مانا اور اُن کی ہدایتوں پر کہاں تک عمل کیا؟ قومِ نوحؑ صاف انکار کرتے ہوئے کہے گی کہ ہمارے پاس حضور کا بھیجا ہوا کوئی ایلچی یا کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ اگر کوئی نبی یا پیغمبر ہمیں سمجھاتا تو ضرور آپ کی وحدانیت پر ایمان لاتے اور ضرور لاتے اور اپنے پروردگار کے راستے پر چلتے۔ قومِ نوحؑ کے اِس کھُلے انکار اور جھوٹ پر اللہ تعالیٰ حضرتِ نوحؑ کو بولنے کا اِذن دیگا۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کی طرف مخاطب ہو کر

کہیں گے کہ اے قوم! کیا میں نے تم کو ساڑھے نو سو برس تک نہیں سمجھایا؟ اور آج کی خوفناک پیشی سے نہیں ڈرایا؟ اے میری قوم! میں نے اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کے لئے تمہیں بڑے بڑے معجزے دکھائے جن کو تم نے مسخرے پن میں اُڑایا۔ اور میرے آخری معجزے یعنی طوفان کے لئے جو میں کشتی بنا رہا تھا تم نے اُس پر اپنے بول و براز یعنی نجاستیں پھینکیں اور مجھ پر پتھراؤ کئے۔ میرا سر پھوڑا اور مجھے کیسی کیسی تکلیفیں پہنچائیں اور اے میری قوم! میں نے آج ہی کی پیشی کے لئے تم کو کیا کیا ڈرایا اور کیسا کیسا سمجھایا مگر تم نے ایک نہ سُنی اور اُسی طرح غیر پرستی میں مبہوت بنے رہے اور اللہ پاک کا خوف تو درکنار اُس کی وحدانیت کے بھی قائل نہ ہوئے اور اُس کے پیغامبر ایلچی کی سخت ذلّت اور توہین کرتے رہے۔ اے میری قوم! میں نے ایک دو دن نہیں بلکہ ساڑھے نو سو برس ۹۵۰ تک تم کو برابر سمجھایا۔ جس کے جواب میں تم نے روزانہ مجھ پر پتھر برسائے اور مجھے لہو لہان کیا۔ (روزِ محشر۔ طوفان نوحؑ۔ دیکھئے)

آخر تنگ آ کر میں نے تم پر بددعا کی اور تم طوفانِ عظیم میں ہلاک کئے گئے پیارے نوحؑ کی یہ تقریر سُنکر اُن کی قوم صاف انکار کرے گی اور کہے گی کہ ہم تم کو جانتے بھی نہیں کہ تم کون ہو! توبہ توبہ اِس دن کا ڈراوا کوئی ہمیں دیتا اور ہم اُس کی نہ سنتے؟ نہیں نہیں۔ بلکہ ہم تو ہر وقت اپنے مولا کی یادگاری کیا کرتے۔ اے نوحؑ! ہم نے تمہاری زبان سے کبھی پروردگار کا پیغام نہیں سُنا اور نہ کبھی تم نے ہمیں آج کی پیشی کا حال سُنایا۔

قومِ نوحؑ کے اِس انکار پر اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے نوحؑ! تم اپنی پیغام رسانی کے گواہ پیش کر سکتے ہو تو پیش کرو۔

نظم

نوحؑ یہ سن کر کہیں گے اے کریم — کیسے یہ جھوٹے ہیں شیطانِ رجیم
نوحؑ کی پیغمبری کے ہیں گواہ — ایک دو کیسے ہزاروں اے اِلٰہ
میں نے جو جو کچھ ڈرایا تھا وہاں — اُس کے شاہد پیش کرتا ہوں یہاں
سن کے یہ لوحِ پیمبر کی صدا — اُمتِ احمد سے آئے گی نِدا
عالمِ اُمت کہیں گے بے گماں — اِذن ہو ہم کو تو ہم آئیں وہاں
ہم شہادت دیں گے اے نوحِ نبی — جو کہ گذری آپ کی اور قوم کی
نوحؑ جن کو اذن دلوائیں گے بس — عالمِ اُمت سبھی آئیں گے بس
اور کہیں گے آکے اے ربِّ اِلٰہ — نوحؑ پیغمبر کے ہیں ہم سب گواہ
ساڑھے نو سو سال یہ اُن میں رہے — اور تری توحید پر لاتے رہے
پتھریں کھا کھا کے یہ کہتے رہے — سن تو لو لوگوں! پیام اللہ کے
ایک نے ہرگز نہیں اُن کی سنی — بلکہ دشمن ہو گئے اُن کے سبھی
بعد نو سو سال کے ایسا ہوا — ایک بوڑھا قوم کا اُن کو مِلا
گود میں بچہ تھا جس کے شیر خوار — دے کے پتھر اُس کو بولا اِن کو مار
مارا اُس بچے نے پتھر نوحؑ کے — نوحؑ جس سے خون میں تر ہو گئے

جس پہ نا اُمید ہو کر یہ ہوا
نوحؑ نے بس قوم پر کی بد دعا

طوفانِ نوحؑ پڑھیے

حضرت نوحؑ کی قوم اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر جرح کرے گی اور اُن کی سچی شہادت پر اعتراض کرتے ہوئے کہے گی کہ تم لوگ ہمارے زمانے میں کب تھے اور کہاں تھے؟ اور اے علمائے اُمتِ محمدیہ صلعم! نہ تم نے ہمیں دیکھا نہ ہم نے تمہیں دیکھا اور نہ ہم نے اور تم نے ایک زمانہ پایا، پھر یہ ہمارے خلاف تمہاری شہادت و گواہی کس طرح اور کیونکر سماعت

ہو سکتی ہے! اور تم کس طرح سچے کہلائے جا سکتے ہو! آہ جب اُمتِ محمدیہ کے عالموں پر جرح ہو گی۔ اور اُن کی صداقت پر حرف آنے کو ہو گا تو:-

نظم

سُن کے یہ بے چین ہوں گے مصطفےٰؐ
عالمِ اُمت نہ جھوٹے ہوں کہیں
نیز اُن سے ہو گیا ہے یہ سوال
تم کہاں سے کہتے ہوں اِن کیخلاف
عالمِ اُمت بتاؤ جلد تر
عالموں کے سر جُھکیں گے جب وہاں
چُوم کر فرمائیں گے یہ عرش کو
حکم ہو گا ہاں اجازت ہے تمہیں
اِذن ملتے ہی یہ فرمائیں گے آپؐ
عالمِ اُمت مرے سچے ہیں یہ
تو نے خود نازل کیے قرآن میں
عالموں کو تو نے خود واقف کیا
عرش سے آواز آئے گی وہیں
عالموں نے جو کہا وہ سچ کہا
میں نے ہی ساری خبر اُمت کو دی
اور شاہد پیش کرتے ہیں ابھی

تلملائیں گے رسولِؐ کبریا
جرح اُن پر ہو گئی ہے بالیقیں
قوم کا ہے واقعی سچا سوال
جبکہ دیکھا تک نہیں ہے اِن کو صاف
تم کو اُن کی ہو گئی کیوں کر خبر
آگے بڑھ آئیں گے حضرت سلیماںؑ
مجھ کو کچھ کہنے کا مولا اِذن ہو
آپ بھی جو کچھ کہ کہنا ہو کہیں
اور کلام اللہ منگوائیں گے آپؐ
یہ اگر سچا ہے تو سچے ہیں یہ
ذکر سارے انبیا کی شان میں
ورنہ یہ کیا جانتے تھے اے خدا
بس کہ اب تصدیق کی حاجت نہیں
اور ہے قرآن بھی سچا مرا
جرح یہ اُن پر نہیں مجھ پہ ہوئی
جرح اُن پر کیا کریں گے یہ شقی

بول اُٹھیں گے سبھی وہ صف بہ صف		اک اشارہ ہوگا اعضا کی طرف
دست و پابوسیں گے یہ ہر ایک کے		قفل منہ پر اُن کے بس لگ جائینگے
اور شاہد بھی ہیں سچے اے رحیم		نوحؑ کا دعویٰ ہے سچا اے کریم
کام سارے شرک کے ہم سے لئے		یہ تری توحید کے دشمن رہے

	فیصلہ فرمائے گا ربِ جہاں	
	یا الٰہی الاماں و الاماں	

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اِنَّا نَسِیْنٰکُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ یعنی اے نافرمانو! دُنیا میں جیسے تم آج کے دِن کو بھولے رہے۔ پس اب تم اُس بھولنے کا مزا یہ چکھو کہ ہم بھی تمہیں بھولتے ہیں اور تمہاری بدکرداریوں کی وجہ سے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے عذابِ الیم میں داخل کرتے ہیں۔

نظم

چل گیا دعویٰ جنابِ نوحؑ کا		آہ اُن کو حکم دوزخ ہوا
اور ہوئے تیار بس جلنے کو وہ		صف بصف قائم ہوئے چلنے کو وہ
کِس عذابِ نار کے قیدی ہوئے		کیا رسولوں کی نہ سُن کر خوش ہوئے
آدمی ہوتا ہے اِس سے دوزخی		کیا بُری ہے ناصحوں کی دشمنی
ایلچی اللہ کے ہیں بالیقیں		سب پیمبر اور اُن کے نائبیں
آدمی کے حق میں بس یہ زہر ہے		ظلم ہے اُن کی نہ سُننا قہر ہے

	دے خدایا ہم کو وہ توفیق تُو	
	نیک عقبےٰ کی ہمیں ہو جستجو	

مزارِ آدمؑ

جب حضرتِ آدم علیہ السّلام کا انتقال ہوگیا تو آپ کی اولاد کے پورے چالیس ہزار مرد و عورت لاشِ آدمؑ کے گرداگرد آموجود ہوئے۔ جنہیں بے حد رنج و ملال ہے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السّلام بہت سے فرشتوں کو ساتھ لیکر وہاں آئے اور جنت کی خوشبودار بیری کے پتے اور کفن کے لئے بہشتی حلّے اپنے ساتھ لائے۔ اور حضرت شیث علیہ السلام کو یہ سب چیزیں لاکر دیں اور غسل دینے کا طریقہ اور کفن پہنانے کا قاعدہ اور قبر کھودنے کا راستہ اور نمازِ جنازہ کی ترکیب اور دفن کرنے کا دستور اور مٹی دینے کی شکل غرضیکہ سب باتیں بتائیں اور کہا کہ اِسی طرح اپنے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا جائے اور قیامت تک تمام بندگانِ خدا کی میتّوں کے ساتھ اِسی طرح تجہیز و تکفین کرنے کی تعلیم و تلقین جاری رہے۔ چنانچہ بموجب ہدایتِ جبریلؑ حضرت شیثؑ اور اُن کے برادرانِ ذی جاہ نے ایسا ہی کیا۔ اُسی طرح حضرتِ آدمؑ کو غسل دیا۔ اُسی طرح کفن پہنایا اُسی طرح قبر کھودی۔ اُسی طرح جنازہ کی نماز چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی۔ لکھا ہے کہ اُس وقت جبکہ آپ کے جنازے کی نماز پڑھی گئی تو چالیس ہزار مرد و عورت موجود تھے اور چودہ طبق کے فرشتے لاکھوں صفوں میں استادہ تھے۔ پھر حضرت شیث علیہ السّلام نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی۔ اِس کے بعد بعض روایتوں میں آپ کا

جنازہ جبلِ ابوقبیس پر دفن کرنے کے لئے لے گئے اور بعض صحیح روایتوں میں وہیں یعنی سنگلدیپ کے پہاڑوں میں آدم علیہ السلام کو دفن کیا۔ امام ابو اللیث سمرقندی اپنی بُستان میں بروایت کعبِ اخبار لکھتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت آدمؑ کے دفن ہونے کے کئی سو برس بعد دنیا میں جب طوفانِ نوح آیا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ایک تابوت بنوا کر آپ کی نعش مبارک کو اُس میں رکھا اور اپنی کشتی میں اُسے سوار کر لیا۔ جن کی کشتی کوئی معمولی نہ تھی بلکہ ایک شہر کا شہر تھا جس میں دُنیا جہان کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا سوار تھا۔ اور ایک آدم علیہ السلام کا تابوت تھا اور ایک تابوتِ سکینہ تھا۔ اور بہت سے انسان مرد و عورت سوار تھے۔ پھر جب وہ طوفان فرو ہو گیا اور خشک زمین نکل آئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت سنگلدیپ کے پہاڑوں میں لا کر دفن کر دیا۔

نیز صاحبِ معارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلعم نے کہ مزارِ آدمؑ کے سرہانے ایک درخت ہے کہ جو ہر سال دو مرتبہ پھل لاتا ہے جس کے ہر پھول میں سات پتے ہوتے ہیں۔ اور ہر پتے پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوتا ہے۔ اور خوشبو اتنی ہوتی ہے کہ جس سے تمام جنگل مہکتا رہتا ہے۔

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے مزار پر رحمتِ الٰہی ہر وقت برستی ہے ؎

رحمت برس رہی ہے یہ کس کا مزار ہے
شاید کہ دفن اس میں کوئی بیقرار ہے

فنا

پُتلۂ خاکی ہیں سارے اِنس و جاں کچھ بھی نہیں
ماسوا اُس ایک کے دونوں جہاں کچھ بھی نہیں

تیری ہستی تیری رفعت کے مقابل اے کریم
ایسے ایسے یہ زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

مقبرے دیکھو اگر شاہانِ ہفت اقلیم کے
ایک سناٹا برستا ہے جہاں کچھ بھی نہیں

نام تھے جن کے جہاں میں جن کے اُڑتے تھے نشاں
دیکھنے کو اُن کے اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

شانِ قدرت شانِ رحمت نے نوازا ہے اُنہیں
واقعی دیکھو تو بس یہ انس و جاں کچھ بھی نہیں

ایسے وزنی آسماں اور اِس قدر بوجھل زمین
بلبلہ پانی کا ہے بارِ گراں کچھ بھی نہیں

چپکے چپکے لد رہے ہیں قافلوں پر قافلے
اور زباں پر الحفیظ و الاماں کچھ بھی نہیں

کیا حقیقت ہے کسی چھوٹے بڑے کی کیا مجال
سامنے اُس ذات کے پیر و جواں کچھ بھی نہیں

آہ اے نیرنگیِ عالم تری دیکھی بہار
آج ہے سب کچھ جہاں اور کل وہاں کچھ بھی نہیں

کیا ہوئے دارا سکندر کیا ہوئے اُن کے حشم
خواب کا عالم تصور کا جہاں کچھ بھی نہیں

بندۂ استحاق کہتے ہیں جسے ہے مُشتِ خاک
خاک ہے جس کی زباں جس کا بیاں کچھ بھی نہیں

عِبرت

وَمَن یُضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ ۚ وَمَن یَھْدِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِن مُّضِلٍّ ؕ

یعنے جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اُسے کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا! نیز جسے اللہ تعالیٰ راہِ راست پر لائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

پس انسان کے لئے قدرت نے جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی ہدایت اور گمراہی سب اُسی کے قبضے میں ہے۔ لیکن ظاہر میں راہِ راست پر آنا یا گمراہ ہونا انسان کے اپنے کرتوت اور اُس کے بُرے بھلے افعال کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اور اگر اس اہم مسئلہ میں ذرا گہری اور عبرت کی نظر ڈالی جائے تو صاف طور سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہر دو کام ایک ایسے کے قبضہ میں ہیں جو دُنیا جہان میں کسی کے قبضے کا نہیں اور جس نے دنیا جہان کو محض اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ نیز مرقومہ بالا آیتِ قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ گمراہی و ہدایت فی الحقیقت اللہ تعالےٰ کے قبضے میں ہے اور جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ پس انسان کی قسمت کے اِس اہم مسئلہ کو قضا و قدر پر چھوڑ دیجئے۔ اور ذرا مہربانی کرکے اپنی توجہ چند لمحہ کے لئے اِدھر مبذول فرمایئے ؎

قسمتوں کا وہ اگر مختار ہے		ہم کو عبرت کی نظر درکار ہے	

ہمیں کس چیز نے روکا ہے کہ ہم عبرت حاصل کرنے کے لئے اُن لوگوں کی طرف نہ دیکھیں جو رات دن خدا کی نافرمانیاں کر رہے ہیں اور کھلم کھلا گمراہی کے گڑھے میں ڈوب رہے ہیں۔ جن کی ہر ایک بات میں کجروی و گمراہی اپنا کھلم کھلا ثبوت دے رہی ہے۔ مزید براں یہ کہ وہ اپنے تمام افعال اور تمام گمراہی کی باتوں پر اس قدر سختی سے اڑے ہوئے ہیں کہ نہ تو وہ انہیں چھوڑنے کا نام لیتے ہیں اور نہ وہ اپنے اُن کاموں کو گمراہی سمجھتے ہیں۔ نیز کسی کا سمجھانا نصیحت کرنا انہیں سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کی نسبت آپ اپنی رائے کو ضرور قائم کریں گے۔ اور ضرور اپنے دل میں فتویٰ دیں گے کہ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔
یہ مثال اِس لئے پیش کی ہے کہ ترکی مارا تازی کانپا اگر ہم تازی ہیں تو عبرت حاصل کریں اور شریعت مقدسہ کے نافرمان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر خود قانونِ شریعت کے پابند ہوں۔ کسی کو قفل توڑتے ہوئے دیکھکر ڈر جائیں کہ یہ سزا بھگتے گا۔ اور کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھ کر تھرا اُٹھیں اور خود عبرت پکڑیں پس جو لوگ اِس طبیعت کے ہیں وہ ہدایت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ یعنی جسے اللہ پاک ہدایت فرمائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔
ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔ لیکن ہمیں اُس نے آنکھیں دی ہیں عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے تاکہ ہم نجاستوں سے بچیں۔ کنویں اور کھائی سے بچیں۔ اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو نجاستوں

میں گریں گے۔ کنویں جھانکیں گے تو یقیناً گمراہی میں حصہ لینے والے ہوں گے۔ ایک بادشاہ نے بارہ دری اور قید خانہ دو گھر بنائے اور اپنی رعیت کو دونوں گھروں کے راستے دکھائے۔ پس سمجھ دار لوگ بارہ دری کا راستہ لیں گے اور قید خانے کو پسند کرنے والے قید خانہ کا راستہ اختیار کریں گے۔

گو ھدایت اور گمراہی اللہ ہی کے قبضے میں ہے مگر اُس کا قبضہ کسی تلوار کے قبضے کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے جس سے ہم اپنی نسبت گمراہی کا فیصلہ کرکے اُس پر کاربند ہوجائیں اور خودکشی کرلیں۔ پیارے دوستو! دیکھتی آنکھوں مکھی کھانی کس نے بتائی ہے؟ جان بوجھ کر خدا کی نافرمانی کس طرح اور کیونکر ٹھیک ہو سکتی ہے؟ پس عبرت عجیب نعمت ہے۔ اور اِسی کا نام ہدایت ہے جسے عبرت نہیں اُسے ہدایت نہیں۔ اور جسے ہدایت نہیں وہ گمراہ ہے۔ جنابِ امیرالمومنیں علی کرم اللہ وجہ، سے کسی نے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا کہ اے امیرالمومنین! آدمی اِس اہم مسئلہ میں کیا کچھ اختیار رکھتا ہے یا سخت مجبور ولاچار ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تقدیرِ انسانی کو اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا ہے لیکن انسان کے اعمال سے اُس کا پورا پتہ چل سکتا ہے۔ اگر وہ نیکیاں کما رہا ہے تو ھدایت پر ہے اور اگر وہ گمراہی سمیٹ رہا ہے تو گمراہی پر ہے۔ پس اعمالِ حسنہ کے لئے انسان کوشش کرے، اور ہرگز ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھ جائے۔ چنانچہ آپ اِس کی ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ دنیا کو آدمی ایک سمندر کے موافق سمجھے اور پھر یہ تصور کرے کہ میں اِس

سمندر میں پھینک دیا گیا ہوں۔ پس اب وہ حتی الامکان ہاتھ پاؤں مارے گا اور اِس سمندر سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ کاش ہم بھی دنیا کے بحرِ ذخّار سے جنّت کے کنارے پر نکلنے کی کوشش کریں اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ کہ اللہ تعالیٰ کسی محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھتا ہے اور ایک گناہ کا صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔ اللہ اللہ!

نظم

قدرداں مولا کے قرباں اور نثار
فضل پر تیار رہے جو کردگار

چشمِ عبرت دے ہمیں اللہ پاک
کاش اِس دُنیا کو سمجھیں مُشتِ خاک

نیکیوں پر مر مٹیں اے کاش ہم
ہم پہ ہو مولا ترا فضل و کرم

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۚ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ
وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ع
پ ۲۳ - الصّٰفّٰت - ع ۵ - آیۃ ۱۸۰ تا ۱۸۲

ابو الزبیر: محمد اسحٰق
مدیرِ الوعظ۔ دہلی

تمت
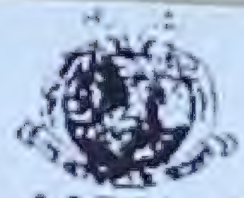
ضروری التماس

میرے والد حضرت قبلہ مولانا مولوی حافظ محمد اسحاق صاحب دہلوی مُصنف کتابِ ہٰذا و واعظ و متولی مسجد و مدرسہ حسینیہ حنفیہ کٹڑہ گوکل شاہ جامع مسجد دہلی خلف الصدق حضرت مولانا مولوی صوفی محمد حسین فقیر رحمتہ اللہ علیہ (جن کا انتقال رمضان ۱۳۲۴ھ میں ہوا) تین ماہ علیل رہ کر ۱۱ اپریل ۱۹۵۲ء مطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ بروز جمعہ بعمر بیاشی سال بمقام دہلی رحلت فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

مختصر حالاتِ زندگی

مولانائے مرحُوم و مغفور ۱۸۷۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآنِ مجید حفظ کر لیا۔ اور درمیانی کتب پڑھ کر دورۂ حدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے ختم کیا۔ ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۶ھ میں مولانائے مرحُوم اور اُن کے برادرِ بزرگ مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم مرحوم نے (جن کا انتقال ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں ہوا) مسجد و مدرسہ حسینیہ حنفیہ دہلی کی بنیاد ڈالی جہاں وہ مولوی محمد ابراہیم مرحُوم کے انتقال کے بعد سے برابر تینتیس سال تک کتاب و سنت کا وعظ بیان کرتے رہے مرحوم "پکے" اور "سچے" دیو بندی تھے۔ دنیا کے سیاسی گورکھ دھندوں سے بالکل علیحدہ رہے۔ منبر پر بیٹھنے سے پہلے اپنے برادرِ بزرگ مولوی عبدالرحمٰن راسخ مرحوم کے ساتھ شاعری میں پیش پیش رہے مگر بعد میں غزل گوئی ترک کردی۔ البتہ جو مذہبی کتابیں آپ نے لکھیں اُن میں نظم برابر کہتے رہے۔ چنانچہ اِس وقت آپکی تصنیف و تالیف کردہ تقریباً پچاس کتابیں ہیں آپنے ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں ایک مذہبی ماہوار رسالہ الوعظ جاری کیا۔ یہ رسالہ تقریباً تین۳ سال جاری رہا۔

میں نے اور میرے برادرِ خُرد حافظ محمد عرفان سلمہٗ نے عزمِ صمیم کر لیا ہے کہ حضرت قبلہ مرحوم کے تمام کاموں کو برابر جاری رکھا جائے۔ چنانچہ مدرسہ حسینیہ حنفیہ میں ہر جمعہ کا وعظ برابر جاری ہے نیز کتابوں کی اشاعت کا کام بھی حسبِ سابق جاری ہے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہیں اور میرے اور میرے بھائی کے لئے دعائے استقامت، اللہ تعالیٰ اجر دینے والا ہے۔

مُشتِ خاک:۔

محمد زبیر قریشی

تصانیف حضرت مولانا مولوی حافظ محمد اسحاق مرحوم و مغفور

داستانِ یوسف۔ سحر البیان اور نرالی شان کی تفسیر یوسف علیہ السلام قیمت ۱۲/

معراجِ رسولؐ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا مفصل حال قیمت ۱۲/

ملّتِ ابراہیمؑ۔ یہ دلکش کتاب ہے جس میں نمرود اور جناب خلیلؑ کا پورا حال ہے قیمت ۸/

جلوۂ طور۔ یہ عبرت آمیز قصہ فرعون بادشاہ مصر اور موسیٰ علیہ السلام کی پوری داستان ہے ۸/

فسانۂ آدمؑ۔ یہ عبرت انگیز افسانہ پیدائشِ عالم اور حضرت آدمؑ و حوّا کا سچا ناول ہے ۸/

بُستانِ اولیاء۔ یہ پیاری کتاب حقیقت میں وہ کتاب ہے جس میں اولیاء کرام کے نفیس حالات ہیں ۸/

روزِ محشر۔ یہ وہ ہوشربا کتاب ہے جس میں پچاس ہزار برس کے روزِ قیامت کا پورا حال ہے ۸/

تاجِ سلیمانی۔ یہ دلچسپ ناول وہ ناول ہے جس میں حضرت سلیمانؑ کی حکومت کا جوش دکھایا ہے ۱۰/

ماہِ صیام۔ اس کتاب میں ماہِ صیام اور عید کی فضیلت اور روزوں کے جملہ مسائل مرقوم ہیں ۸/

شہادتِ حسنینؓ۔ اہلِ بیتِ اطہار کی ثابت قدمی اور توحیدِ الٰہی پر بچے بچے کی شہادت ۸/

قصہ اصحابِ کہف۔ یہ دلکش کتاب عجیب و غریب ہے جس میں اصحاب کہف کی پوری داستان ہے ۴/

موت کا منظر۔ یہ روح فرسا اور ہوشربا کتاب وہ ہے جس میں آنے والی موت کا فوٹو کھینچ دیا ہے ۷/

قصہ یونسؑ۔ یہ دلچسپ کتاب نہایت دلکش ہے جس میں حضرت یونسؑ کی پوری دلکش داستان ہے ۷/

طوفانِ نوحؑ۔ تمام عالم کا غرقاب ہونا اور جناب نوح علیہ السلام کا پورا حال ۵/

صبرِ ایوبؑ۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا حیرت انگیز صبر اور آپ کا پورا قصہ ۵/

قصہ جرجیس نبیؑ۔ یہ قصہ جرجیس نبیؑ کا ہے نہایت دلچسپ اور دلکش قصہ ہے ۴/

معجزاتِ مسیحؑ۔ پاکدامنہ حضرت مریمؑ اور معصوم حضرت مسیحؑ کی پوری سوانح عمری اور معجزات ۸/

میلاد و وفاتؐ۔ نبی اکرم صلعم کے فدائیوں کیلئے یہ کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین ہے۔ ۵/

ملنے کا پتہ:۔ حافظ محمد عرفان مہتمم دفتر الوعظ بازار مٹیا محل جامع مسجد دہلی

(کمال پرنٹنگ پریس دہلی)